BEDD 205CCT

جنس، اسکول اور معاشرہ

Gender, School and Society

برائے

بیچلر آف ایجوکیشن

(سال دوم)

ڈائرکٹوریٹ آف ٹرانسلیشن اینڈ پبلی کیشنز

مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، حیدرآباد

© مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، حیدرآباد

سلسلہ مطبوعات نمبر-27

ISBN: 978-93-80322-33-9

Edition: August, 2018

ناشر : رجسٹرار، مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، حیدرآباد

اشاعت : اگست 2018

قیمت : 60 روپے (فاصلاتی طرز کے طلبہ کی داخلہ فیس میں کتاب کی قیمت شامل ہے۔)

تعداد : 3400

مطبع : میسرز پرنٹ ٹائم اینڈ بزنس انٹرپرائزز، حیدرآباد

Gender, School and Society

Edited by:

Dr. Naushad Hussain

Assistant Professor, MANUU College of Teacher Education, Bhopal

On behalf of the Registrar, Published by:

Directorate of Distance Education

In collaboration with:

Directorate of Translation and Publications

Maulana Azad National Urdu University

Gachibowli, Hyderabad-500032 (TS)

E-mail: directordtp@manuu.edu.in

فاصلاتی تعلیم کے طلبا و طالبات مزید معلومات کے لیے مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کرسکتے ہیں:

ڈائرکٹر

نظامت فاصلاتی تعلیم

مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی

گچی باؤلی، حیدرآباد-500032

Phone No.: 1800-425-2958, website: www.manuu.ac.in

فہرست

اکائی نمبر	مضمون	مصنف	صفحہ نمبر
	پیغام	وائس چانسلر	5
	پیش لفظ	ڈائرکٹر	6
	کورس کا تعارف	ایڈیٹر	7
اکائی :1	تعارف	ڈاکٹر نوشاد حسین اسسٹنٹ پروفیسر مانو کالج آف ٹیچر ایجوکیشن، بھوپال	9
اکائی :2	صنف اور اسکول	ڈاکٹر ریاض احمد اسسٹنٹ پروفیسر مانو کالج آف ٹیچر ایجوکیشن، سنبھل	21
اکائی :3	صنف اور سماج	ڈاکٹر طیبہ نازلی اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ تعلیم و تربیت، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی	38

ایڈیٹر:

ڈاکٹر نوشاد حسین

اسسٹنٹ پروفیسر

مانو کالج آف ٹیچر ایجوکیشن، بھوپال

پیغام

وائس چانسلر

وطنِ عزیز کی پارلیمنٹ کے جس ایکٹ کے تحت مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا ہے اُس کی بنیادی سفارش اُردو کے ذریعے اعلیٰ تعلیم کا فروغ ہے۔ یہ وہ بنیادی نکتہ ہے جو ایک طرف اِس مرکزی یونیورسٹی کو دیگر مرکزی جامعات سے منفرد بناتا ہے تو دوسری طرف ایک امتیازی وصف ہے، ایک شرف ہے جو ملک کے کسی دوسرے اِدارے کو حاصل نہیں ہے۔ اُردو کے ذریعے علوم کو فروغ دینے کا واحد مقصد ومنشا اُردو داں طبقے تک عصری علوم کو پہنچانا ہے۔ ایک طویل عرصے سے اُردو کا دامن علمی مواد سے لگ بھگ خالی ہے۔ کسی بھی کتب خانے یا کتب فروش کی الماریوں کا سرسری جائزہ بھی تصدیق کر دیتا ہے کہ اُردو زبان سمٹ کر چند ''ادبی'' اصناف تک محدود رہ گئی ہے۔ یہی کیفیت رسائل واخبارات کی اکثریت میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ ہماری یہ تحریریں قاری کو کبھی عشق ومحبت کی پُر پیچ راہوں کی سیر کراتی ہیں تو کبھی جذباتیت سے پُر سیاسی مسائل میں اُلجھاتی ہیں، کبھی مسلکی اور فکری پس منظر میں مذاہب کی توضیح کرتی ہیں تو کبھی شکوہ شکایت سے ذہن کو گراں بار کرتی ہیں۔ تاہم اُردو قاری اور اُردو سماج آج کے دور کے اہم ترین علمی موضوعات چاہے وہ خود اُس کی صحت وبقا سے متعلق ہوں یا معاشی اور تجارتی نظام سے، وہ جن مشینوں اور آلات کے درمیان زندگی گزار رہا ہے اُن کی بابت ہوں یا اُس کے گردوپیش اور ماحول کے مسائل..... وہ ان سے نابلد ہے۔ عوامی سطح پر اِن اصناف کی عدم دستیابی نے علوم کے تئیں ایک عدم دلچسپی کی فضا پیدا کردی ہے جس کا مظہر اُردو طبقے میں علمی لیاقت کی کمی ہے۔ یہی وہ چیلنجز ہیں جن سے اُردو یونیورسٹی کو نبرد آزما ہونا ہے۔ نصابی مواد کی صورت حال بھی کچھ مختلف نہیں ہے۔ اسکولی سطح کی اُردو کتب کی عدم دستیابی کے چرچے ہر تعلیمی سال کے شروع میں زیر بحث آتے ہیں۔ چونکہ اُردو یونیورسٹی میں ذریعہ تعلیم ہی اُردو ہے اور اس میں علوم کے تقریباً سبھی اہم شعبہ جات کے کورسز موجود ہیں لہٰذا اِن تمام علوم کے لیے نصابی کتابوں کی تیاری اِس یونیورسٹی کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔ اِسی مقصد کے تحت ڈائرکٹوریٹ آف ٹرانسلیشن اینڈ پبلی کیشنز کا قیام عمل میں آیا ہے اور احقر کو اِس بات کی بے حد خوشی ہے کہ اپنے قیام کے محض ایک سال کے اندر ہی یہ برگِ نو، ثمر آور ہو گیا ہے۔ اس کے ذمہ داران کی انتھک محنت اور قلم کاروں کے بھرپور تعاون کے نتیجے میں کتب کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کم سے کم وقت میں نصابی اور ہم نصابی کتب کی اشاعت کے بعد اِس کے ذمہ داران، اُردو عوام کے واسطے بھی علمی مواد، آسان زبان میں تحریر عام فہم کتابوں اور رسائل کی شکل میں شائع کرنے کا سلسلہ شروع کریں گے تا کہ ہم اِس یونیورسٹی کے وجود اور اِس میں اپنی موجودگی کا حق ادا کرسکیں۔

ڈاکٹر محمد اسلم پرویز
خادمِ اوّل
مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی

پیش لفظ

ہندوستان میں اُردو ذریعہ تعلیم کی خاطر خواہ ترقی نہ ہو پانے کے اسباب میں ایک اہم سبب اُردو میں نصابی کتابوں کی کمی ہے۔اس کے متعدد دیگر عوامل بھی ہیں لیکن اُردو طلبہ کو نصابی اور معاون کتب نہ ملنے کی شکایت ہمیشہ رہی ہے۔1998ء میں جب مرکزی حکومت کی طرف سے مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا تو اعلیٰ سطح پر کتابوں کی کمی کا احساس شدید ہوگیا۔اعلیٰ تعلیمی سطح پر صرف نصابی کتابوں کی نہیں بلکہ حوالہ جاتی اور مختلف مضامین کی بنیادی نوعیت کی کتابوں کی ضرورت بھی محسوس کی گئی۔فاصلاتی طریقہ تعلیم کے تحت چونکہ طلبہ کو نصابی مواد کی فراہمی ضروری ہے لہٰذا اُردو یونیورسٹی نے مختلف طریقوں سے اُردو میں مواد کا نظم کیا۔کچھ مواد یہاں بھی تیار کیا گیا مگر علمی کتابوں کی منظم اور مستقل اشاعت کا سلسلہ شروع نہیں کیا جا سکا۔

موجودہ شیخ الجامعہ ڈاکٹر محمد اسلم پرویز نے اپنی آمد کے ساتھ ہی اُردو کتابوں کی اشاعت کے تعلق سے انقلاب آفریں فیصلہ کرتے ہوئے ڈائرکٹوریٹ آف ٹرانسلیشن اینڈ پبلی کیشنز کا قیام عمل میں لایا۔اس ڈائرکٹوریٹ میں بڑے پیمانے پر نصابی اور دیگر علمی کتب کی تیاری کا کام جاری ہے۔کوشش یہ کی جارہی ہے کہ تمام کورسز کی کتابیں متعلقہ مضامین کے ماہرین سے راست طور پر اُردو میں ہی لکھوائی جائیں۔اہم اور معروف کتابوں کے تراجم کی جانب بھی پیش قدمی کی گئی ہے۔توقع ہے کہ مذکورہ ڈائرکٹوریٹ ملک میں اشاعتی سرگرمیوں کا ایک بڑا مرکز ثابت ہوگا اور یہاں سے کثیر تعداد میں اُردو کتابیں شائع ہوں گی۔نصابی اور علمی کتابوں کے ساتھ مختلف مضامین کی وضاحتی فرہنگ کی ضرورت بھی محسوس کی جاتی رہی ہے۔لہٰذا یونیورسٹی نے فیصلہ کیا کہ اولاً سائنسی مضامین کی فرہنگیں اس طرح تیار کی جائیں جن کی مدد سے طلبہ اور اساتذہ مضمون کی باریکیوں کو خود اپنی زبان میں سمجھ سکیں۔ڈائرکٹوریٹ کی پہلی اشاعت وضاحتی فرہنگ (حیوانیات و حشریات) کا اجرا فروری 2018ء میں عمل میں آیا۔

زیر نظر کتاب اُن 34 کتابوں میں سے ایک ہے جو بی ایڈ کے طلبہ کے لیے تیار کی گئی ہیں۔یہ کتابیں بنیادی طور پر فاصلاتی طریقہ تعلیم کے طلبہ کے لیے ہیں تاہم اس سے روایتی طریقہ تعلیم کے طلبہ بھی استفادہ کر سکیں گے۔اس کے علاوہ یہ کتابیں تعلیم و تدریس کے عام طلبہ، اساتذہ اور شائقین کے لیے بھی دستیاب ہیں۔

یہ اعتراف بھی ضروری ہے کہ زیر نظر کتاب کی تیاری میں شیخ الجامعہ کی راست سرپرستی اور نگرانی شامل ہے۔اُن کی خصوصی دلچسپی کے بغیر اس کتاب کی اشاعت ممکن نہ تھی۔نظامت فاصلاتی تعلیم اور اسکول برائے تعلیم و تربیت کے اساتذہ اور عہدیداران کا بھی عملی تعاون شاملِ حال رہا ہے جس کے لیے اُن کا شکریہ بھی واجب ہے۔

اُمید ہے کہ قارئین اور ماہرین اپنے مشوروں سے نوازیں گے۔

پروفیسر محمد ظفرالدین

ڈائرکٹر، ڈائرکٹوریٹ آف ٹرانسلیشن اینڈ پبلی کیشنز

کورس کا تعارف

ماہرین عمرانیات اور سماجیات اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ انسان نے ارتقائی منزل پر دو مخالف جنسوں نے عمل تولید کے ذریعہ افزائش نسل اور افرادی قوت میں اضافہ ہوا ہوگا۔ چنانچہ عہد قدیم سے اب تک انسانی ترقی کے جو بھی منازل طے کئے گئے ہیں ان سبھی منزلوں پر دونوں جنسوں یعنی مرد و عورت کی محنت، مفاہمت، مطابقت اور مسابقت شامل رہی ہے۔ ہم سماج کا تصور ان میں سے کسی ایک کو چھوڑ کر نہیں کرسکتے بلکہ اب تو تیسرے جنس کے تصور کو سماجی اور معاشی قبولیت حاصل ہونے لگی ہے اور کیوں نہ ہو وہ بھی یعنی تیسری جنس بھی اس سماج کے پروردہ ہیں۔ مرد اور عورت اپنی جنسی خواہشات کے ساتھ ساتھ عمل تولید کا کام بھی کرتے ہیں جس سے انہیں کی طرح حیوان ناطق کی افزائش ہوتی ہے جسے عرف عام میں افزائش نسل کہتے ہیں۔ دنیا کی ہر سوسائٹی میں، ہر سماجی طبقے میں اور شہری و دیہی خطوں میں مرد اور عورت اپنی اپنی سماجی ذمہ داریاں نبھاتے ہیں۔ جس سماج میں ذمہ داری کا جتنا بہتر احساس ہوتا ہے اور جتنا ایک دوسرے سے مساویانہ سلوک، مل جل کر کام کرنے کا جذبہ، ایک دوسرے کے فرائض کی ادائیگی میں مدد کرنے کا جتنا زیادہ جذبہ ہوتا ہے وہ سماج اتنا ہی زیادہ ترقی یافتہ بنتا جاتا ہے۔ مفاہمت اور امداد باہمی کا بہت سا جذبہ اور فرائض کی ادائیگی کا شعور وراثتی ہوتا ہے۔ دونوں جنس یعنی مرد و عورت دونوں اپنے اپنے کام اور معاشرتی فرائض کی ادائیگی کرتے ہیں۔ تاہم تعلیم و تربیت کے ذریعہ ان کے اس شعور اور فرائض و ذہنی ہم آہنگی اور امداد باہمی کے جذبے کو مزید فروغ دیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے تعلیم کے مراکز میں سب سے پہلا مرکز اسکول کا ہوتا ہے جہاں بچہ چھوٹی عمر میں پڑھنے، لکھنے اور سماجی شعور، تہذیب و تمدن، رہن سہن، اپنے سے بڑوں کی عزت اور آداب زندگی سیکھتا ہے۔ جس سماج کے اسکولوں میں لڑکے اور لڑکیوں کا تناسب مساوی ہے اسے ترقی یافتہ سماج تصور کیا جاتا ہے گویا تعلیم سماجی، معاشرتی اور معاشی ترقی کی کلید ہے۔

عزیز طلبا! اس کورس میں جملہ تین اکائیاں ہیں۔ پہلی اکائی میں صنف، اسکول اور سماج کے تعلق سے بنیادی معلومات فراہم کی گئی ہیں جیسے صنف کی تعریف، صنفی کردار، صنف کی سماجی تعمیر وغیرہ۔

دوسری اکائی ''صنف اور اسکول'' ہے۔ اس اکائی میں آپ صنفیت اور اسکول کے مابین رشتہ کو سمجھیں گے۔ اس کے علاوہ لڑکیوں اور خواتین کو اسکول اور اسکول کے باہر سماجی تحفظ کی فراہمی کے سلسلے میں کی جانے والی حکمت عملیوں سے بھی واقف ہوں گے۔

تیسری اکائی میں ''صنف اور سماج'' سے متعلق مختلف تفصیلات دی گئی ہیں جیسے دستور ہند میں خواتین سے متعلق دفعات، خواتین کے حقوق، سماج کے مختلف نظام، جنسی تشدد اور جنسی ہراسانی کا تدارک وغیرہ شامل ہے۔

جنس، اسکول اور معاشرہ

اکائی 1 : تعارف
Introduction

ساخت:(Structure)

1.1 تمہید (Introduction)

1.2 مقاصد (Objectives)

1.3 صنف اور شہوانیت کا تصور (The Concept of Gender and Sexuality)

1.3.1 صنف کی تعریف (Definition of Gender)

1.3.2 صنف(Gender)اور جنس (Sex) کے درمیان فرق

1.4 صنف کی سماجی تعمیر (Social Construction of Gender)

1.4.1 صنف پر مبنی ایذا دہی/ہراساں (Gender Based Harrasment)

1.4.2 نوبالغ کا بلوغت کی جانب نظریہ(Adolescent view of Adulthood)

1.4.3 ذہنی تناؤ (Depression)

1.4.4 جسمانی شبیہ (Body Image)

1.4.5 تعلیم (Education)

1.5 صنفی کردار اور ان کے اقسام (Gender Roles, Types of Gender Roles)

1.5.1 بازتناسلی کردار(Reproductive Role)

1.5.2 صنعتی پیداکاری کا کردار(Productive Role)

1.5.3 معاشرتی انتظامی کردار(Community Managing Role)

1.5.4 معاشرتی سیاست میں کردار (Community Politics Role)

1.5.5 کثیرجہتی/متنوع کردار (Multiple Roles)

1.6 صنف پر مبنی کام کی تقسیم اور تخمینہ (Gender Based Division & Valuation of Work)

1.7 صنف کی جانب رویوں کا انکشاف (Exploring Attitude Towards Gender)

1.8 فرہنگ (Glossary)

1.9 یادرکھنے کے نکات (Points to Remember)

1.10 اکائی کے اختتام کی سرگرمیاں (Unit End Excercises)

1.11 مجوزہ مطالعہ جات (Suggested Readings)

1.1 تمہید:

جنس ایک سماجی تصور ہے جو تمام قسم کے معاشروں میں لڑکے، لڑکیوں، مرد اور خواتین کے رویے، کردار، ذمہ داریوں اور برتاؤ کے طریقوں کو متاثر کرتا ہے۔ تعلیم میں جنسی مساوات کے حصول کی اہمیت پر دی جانے والی توجہ میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے تحت لڑکے اور لڑکیوں کو ایک جیسے تعلیمی مواقع کی رسائی پر زور دیا جا رہا ہے۔ جنسی مساوات مساوی مواقع کی رسائی سے کہیں زیادہ ہے اس میں لڑکے اور لڑکیوں کو ایک جیسی معیاری تعلیم فراہم کرنے کی ضرورت بھی شامل ہے۔ بلکہ یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ سماج میں موجود غیر مساوات تعلیمی اداروں کا ہی نتیجہ ہے اور تعلیمی اداروں کی شکل جنسی امتیازات پر مبنی سماجیاتی طاقتوں کے ذریعے طے ہوتی ہے۔ پھر بھی یہ تعلیمی ادارے سماج میں مثبت تبدیلی پیدا کرنے کے اہم اور لازمی ایجنٹ ہوتے ہیں۔ انسان کے برتاو، عقائد، دلچسپی، رویے، سماج اور اسکول میں ہی تشکیل پاتے ہیں اور سماج میں موجود جنسی تعلقات پر تعلیمی اداروں کا گہرا اثر پڑتا ہے۔ اس طرح سے تعلیمی نظام دنیا میں موجود جنسی عدم مساوات کا نتیجہ اور سبب دونوں ہوتے ہیں۔

یہ اکائی جنس کا تصور، جنسی کردار کے اقسام، جنس کی جانب رویوں اور جنس کے سماجی تعمیر کی وضاحت کرتی ہے۔

1.2 مقاصد:

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہوں گے کہ:

1۔ جنس اور شہوانیت کا تصور بیان کر سکیں۔

2۔ جنس اور شہوانیت میں فرق واضح کر سکیں۔

3۔ جنس کی سماجی تعمیرات کے اجزاء کی وضاحت کر سکیں۔

4۔ مختلف جنسی کردار کے اقسام تحریر کر سکیں۔

5۔ جنس پر مبنی سماج کے مختلف امور کی تقسیم کی شناخت کر سکیں۔

6۔ جنس پر مبنی امور کا تخمینہ کر سکیں۔

7۔ جنس کی جانب رویوں کی تفتیش میں پوچھے جانے والے سوالات تحریر کر سکیں۔

1.3 صنف اور شہوانیت کا تصور (The concept of Gender and Sexuality)

جنس سے مراد انسانوں کی حیاتیاتی اور عضویاتی بناوٹ میں تفریق سے ہے اور اسی بناوٹ کے سبب خاندان، تہذیب اور سماج مرد و خواتین کو کردار اور ذمہ داریاں عطا کرتے ہیں۔ جنس کے تصور میں مرد و خواتین دونوں کی خصوصیات، رجحانات اور برتاؤ سے متعلق توقعات بھی شامل کئے جاتے ہیں۔ جنسی کردار اور توقعات سیکھے جاتے ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ ایک ہی تہذیب کے اندر اور دو تہذیبوں کے درمیان بھی ان کرداروں میں فرق پایا جاتا ہے۔ سماجی تقسیم کے نظام جیسے سیاسی حیثیت، نسل، ذات، معیار، رتبہ، طبعی و ذہنی سطح، عمر وغیرہ جنسی کردار طے کرتے ہیں۔ جنس کے تصور کا مطالعہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح خواتین کی ماتحتی یا مردوں کا غلبہ سماجی طور پر تشکیل پاتا ہے۔ حالانکہ یہ ماتحتی یا غلبہ تبدیل ہو سکتا ہے اور ختم بھی۔ یہ حیاتیاتی طور پر متعین نہیں ہوتا اور نہ ہی ہمیشہ کے لئے باقی رہتا ہے۔

جنسی نظام مختلف سماجی و ثقافتی تناظر میں قائم ہوتے ہیں، جو کہ یہ طے کرتے ہیں کہ ان خصوصی تناظر میں مرد، عورت یا لڑکے، لڑکی سے کیا توقع کی جاتی ہے، انہیں کس کام کی اجازت دی جاتی ہے اور کس طرح سے ان کے کردار کا تخمینہ کیا جاتا ہے۔ جنسی کردار سماجیانہ عمل کے ذریعے سیکھے جاتے ہیں، یہ متعین

نہیں ہوتے بلکہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔جنسی نظام کو سماجی، معاشی، سیاسی، قانونی، ثقافتی، روایتی اور تعلیمی نظاموں کے ذریعے ادارتی شکل فراہم کی جاتی ہے۔جنسی طرز رسائی کے استعمال میں انفرادی مرد یا عورت کے بجائے نظام پر زور دیا جاتا ہے۔ یہ نظام جنسی کردار، ذمہ داریاں، وسائل کی رسائی، ان پر قابو اور فیصلہ سازی کی قوت طے کرتا ہے۔

1.3.1 جنس کی تعریف:

W.H.O کے مطابق ''جنس سے مراد عورتوں اور مردوں کی سماجی طور پر تشکیل شدہ خصوصیات جیسے قاعدے، کردار، برتاؤ، سرگرمیوں، اوصاف، عورتوں و مردوں کے تعلقات اوران کے گروہوں کے تعلقات سے ہے، جنہیں ایک سماج مردوں اور عورتوں کے لئے مناسب سمجھتا ہے۔''

اقوام متحدہ کی تنظیم برائے غذا و زراعت ۱۹۹۷ (Food & Agriculture Organization of the United Nations FAO 1997) کے مطابق جنس کی تعریف اس طرح سے دی گئی ہے۔'' یہ عورتوں اور مردوں کے ادراکی اور مادی دونوں طرح کے تعلقات ہیں۔جنس کو حیاتیاتی طریقے سے طے نہیں کیا جاتا بلکہ سماجی طریقے سے تشکیل کیا جاتا ہے۔ یہ معاشرے کا مرکزی انتظامی اصول ہوتا ہے اور اکثر پیداوار و نو پیداوار کے عمل اور صارفین و تقسیم کے عمل کی فرمانروائی کرتا ہے۔''

اس طرح سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ دو صنف (مرد اور عورت) کے درمیان سماجی اور ثقافتی طور پر تشکیل شدہ فرق کو جنس کہا جاتا ہے۔ یہ مختلف حالات میں دو صنفوں کے سماجیانہ کے ذریعے برتاؤ کو سیکھنے اور متحرک کرنے کے سماجی طریقوں کی جانب اشارہ کرتا ہے۔جنس اور اس پر مشتمل خواتین و مرد کے درمیان مراتبی قوتوں کے تعلقات سماجی طور پر تشکیل پاتے ہیں، نہ کہ حیاتیات سے راست طور پر اخذ کئے جاتے ہیں۔اس لئے جنسی تشخص اور اس سے جڑے کرداروں اور ذمہ داریوں کی توقعات بین ثقافت اور اندرون ثقافت تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔جنسی طور پر قوتوں کے تعلقات سماجی اداروں کو اس طرح سے اجازت دیتے ہیں کہ جنس سماج سے ختم نہیں ہوتا۔

لفظ شہوانیت انگریزی کے Sexuality کا متبادل ہے جو کہ Sex سے بنا ہے۔اس لئے شہوانیت کا مفہوم سمجھنے سے قبل لفظ Sex کا مفہوم سمجھنا ضروری ہے۔حالانکہ اردو میں Sex کا متبادل جنس ہی استعمال کیا جاتا ہے۔W.H.O کے مطابق ''Sex سے مراد خواتین اور مرد کو متعارف کرانے والی حیاتیاتی اور عضویاتی خصوصیات سے ہے۔'' اس میں مرد اور خواتین کی قدرتی جسمانی بناوٹ کے فرق شامل ہوتے ہیں جو کہ متعین ہوتے ہیں۔

1.3.2 صنف (Gender) اور جنس (Sex) کے درمیان فرق:

اساس	Gender	Sex
تعریف	سماجی، نہ کہ قدرتی	حیاتیاتی اور قدرتی
مفہوم	سماجی وثقافتی توقعات اور اعمال	عضویاتی خصوصیات
تبدیلی	سماج کے ذریعے متعین جنسی کردار کی تبدیلی آسان	تبدیلی مشکل
موجودگی	تاریخ کے مختلف ادوار، مختلف معاشرے میں جنسی کردار بھی مختلف	تمام تواریخ، تہذیب اور معاشرے میں موجود یکساں دو صنف

جنس ایک ثقافت مخصوص تصور ہے، کسی ایک تہذیب کے مقابلے دیگر تہذیب میں خواتین و مرد کے کام میں بامعنی فرق پایا جاتا ہے۔لیکن تمام تہذیبوں میں واضح طور پر یہ یکسانیت پائی جاتی ہے کہ خواتین اور مرد کے کردار، پیداواری وسائل کی رسائی اور فیصلہ سازی کے اختیار میں فرق ہوتا ہے۔امتیازی

طور پرعورتوں کے مقابلے مردوں کو گھر کے باہر کی پیداواری سرگرمیوں کے لئے ذمہ دار کی طرح تصور کیا جاتا ہے۔

شہوانیت جنس سے مختلف ہے لیکن قریبی طور پر مربوط ہے۔ یہ حیاتیاتی محرکہ کی سماجی تعمیر ہے۔ جنسی اوصاف کی موجودگی، احساس اور اظہار کو شہوانیت کہا جاتا ہے۔ یہ شہوانی برتاؤ سے زیادہ ہے، اور کثیر جہتی و متحرک تصور ہے۔

1.4 صنف کی سماجی تعمیر (Social Costruction of Gender)

جنسی اختلافات کا سماجی طور پر تشکیل پانے کا خیال جنس سے متعلق متعدد فلسفیاتی اور سماجیاتی نظریات میں پیش کیا گیا ہے۔ اس نقطۂ نظر کے مطابق سماج اور تہذیب جنسی کردار پیدا کرتے ہیں اور یہ کردار اس مخصوص صنف کے فرد کے لئے مناسب برتاؤ یا مثالی تصور کیے جاتے ہیں۔ چند ماہرین دلیل پیش کرتے ہیں کہ خواتین و مرد کے برتاؤ کے درمیان فرق مکمل طور پر سماجی روایات ہیں، جبکہ دیگر کا یقین ہے کہ جنسی برتاؤ حیاتیاتی عالمی عوامل سے کچھ حد تک متاثر ہونے کے ساتھ سماجی روایات سے بھی متاثر ہوتے ہیں۔ صنف کی سماجی تعمیرات کے اجزاء درج ذیل ہیں۔

1۔ جنس پر مبنی ایذادہی/ہراساں (Gender Based Harassment)

2۔ نو بالغ کا بلوغت کی جانب نظریہ (Adolescent view of adulthood)

3۔ ذہنی تناؤ (Depression)

4۔ جسمانی شبیہ (Body Image)

5۔ تعلیم (Education)

اپنی معلومات کی جانچ:

(1) WHO کے مطابق جنس کی تعریف لکھیئے؟

(2) جنس اور سیکس کے درمیان کیا فرق پایا جاتا ہے؟

1.4.1۔ صنف پر مبنی ایذادہی:

لڑکیوں سے لڑکوں کے موافق اسٹیریوٹائپ (روایتی) جنسی ظہور کی توقعات رکھی جاتی ہیں۔ لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہی طرح کے متعلم چڑھانے اور ستانے میں باقاعدگی سے شرکت کرتے ہیں۔ لڑکے عام طور پر لڑکے اور لڑکیوں دونوں کو پریشان کرتے ہیں جبکہ لڑکیاں عموماً صرف لڑکیوں کو ہی پریشان کرتی ہیں۔ لڑکوں کے ذریعے لڑکوں کو پریشان کرنے کی عادت کو ہمارے سماج میں مظاہرہ مردانگی تصور کر کے اسے لڑکوں کا فطری عمل مانا جاتا ہے۔ اکثر لڑکیاں شکایت کرتی ہیں کہ لڑکے ان کے وضع کی بنیاد پر تنگ کرتے اور مذاق اڑاتے ہیں۔ اس سے سماج میں رائج اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ لڑکیوں کی وضع ان کا اہم اثاثہ ہوتی ہے۔ لڑکیاں دیگر لڑکیوں کو راست طور پر سامنے سے پریشان کرنے کے بجائے گپ شپ اور بکواس کے ذریعے ستاتی ہیں اور لڑکیوں میں جدا وضع قطع والگ دکھنے کی کوشش کو نفی طور پر تصور کیا جاتا ہے۔ لڑکیوں کے اس طرح دیگر لڑکیوں کو تنگ کرنے کے طریقے لڑکیوں کی وضع قطع کے معیار اور ان کی اہمیت طے کرتے ہیں۔

1.4.2۔ نو بالغ کا بلوغت کی جانب نظریہ:

جنس ایک سماجی تعمیر ہے جو ایک ماحول تشکیل کرتی ہے جہاں ہائی اسکول و میں نو بالغاں کی کارکردگی کو انکی زندگی کے اہداف اور توقعات سے مربوط کیا جاتا ہے۔ چونکہ اکثر لڑکیوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ امورِ خانہ داری سنبھالیں اور اسی طرح کا ان کا رویہ اور نظریہ بھی فروغ ہونے لگتا ہے۔ اس لئے ان کی

پیشہ ورانہ پسند اور مستقبل کے اہداف ذاتی طور پر صنفی پابندیوں کی وجہ سے ادھورے ہی رہ جاتے ہیں اور ان کی تعلیمی کارکردگی پر بھی نمایا فرق نظر آنے لگتا ہے۔زندگی کا یہ مرحلہ لڑکوں میں پیشہ ورانہ و تعلیمی توقعات اور حصولیابی سے اور لڑکیوں میں امورِ خانہ داری سے قوی طور پر مربوط رہتا ہے۔

1.4.3۔ ذہنی تناؤ:

ہائی اسکول کا مرحلہ نو بالغاں میں بڑھتی ہوئی سماجی و تعلیمی توقعات کے سبب ذہنی تناؤ کا ماحول پیدا کرتا ہے۔نو بالغاں کے لئے یہ تغیر پذیر منتقلی کا دور ہوتا ہے۔جس کا سامنا مختلف نو بالغاں مختلف طریقوں سے کرتے ہیں۔کچھ آسانی سے اس دور سے گذر جاتے ہیں اور دیگر شدید برتاؤ ی اور نفسیاتی مسائل میں الجھ جاتے ہیں۔جن میں سے ایک نفسیاتی مسئلہ ''ذہنی تناؤ'' ہے۔جبکہ ہائی اسکول کا تناؤ بھرا ماحول نفسیاتی و طبعیاتی طور پر صحت کو متاثر کرتا ہے۔ذہنی تناؤ تنہائی پسند بھی ہو سکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ مناسب تعلیمی و سماجی امداد کے بغیر ہائی اسکول کا مرحلہ کافی چنوتی بھرا ثابت ہوتا ہے۔نو بالغاں میں خود توقیری مدعوں کی بڑھتی ہوئی شرح کے ساتھ ساتھ یہ لڑکیوں کی تعلیمی و سماجی زندگی کو منفی طور پر متاثر کرتا ہے۔

1.4.4۔ جسمانی شبیہ:

جسمانی شبیہ کو بشمول جنس، ذرائع ابلاغ، والدین کے تعلقات، بلوغت، مقبولیت اور جسم کا وزن وغیرہ کئی عوامل متاثر کرتے ہیں۔ان عوامل کے تعاملات نو بالغاں میں بے مثل تجربات کا سبب بنتے ہیں۔جس طرح سے ان میں جسمانی تبدیلی ہوتی ہے،اسی طرح سے ان کا سماجی ماحول بھی تبدیل ہوتا رہتا ہے۔نو بلوغت کے دور میں جسمانی شبیہ کا نزدیکی تعلق نفسیات سے ہوتا ہے اور جب کسی بچے کی جسمانی شبیہ اطمنان بخش نہیں ہوتی ہے تو شخصیت پر منفی اثرات مرتب ہونے لگتے ہیں۔

1.4.5۔ تعلیم:

اسکول میں گذارے جانے والے وقت کی مقدار کے سبب معلم بچے کے لئے تمام تعلیمی تجربات بشمول صنفی سماجیانہ کے مؤثر رول ماڈل ہوتے ہیں۔وہ اساتذہ جو مرد و خواتین کے درمیان صلاحیت کی تقسیم سے متعلق ثقافتی طور پر دقیانوسی صنفی کردار کی تصدیق و توثیق کرتے ہیں، وہ اپنے طلباء کی صلاحیتوں کے ادراک کو مسخ کرتے ہیں۔سماج کا تعلیمی فلسفہ،نصاب،اسکول کا ماحول،اساتذہ اور منتظمین کا رویہ،حکومت کی تعلیمی پالیسی یہ تمام صنفی کردار کو متاثر کرتے ہیں۔

اپنی معلومات کی جانچ:

(1) صنف کی سماجی تعمیر سے کیا مراد ہے؟

1.5 صنفی کردار اور ان کے اقسام (Gender Roles & Types of Gender Roles)

سماجیاتی قاعدے و قانون کا ایسا مجموعہ جو برتاؤ کے طریقے ظاہر کرتا ہے اور جو قاعدے قانون عام طور پر حقیقی یا ادرا کی جنس پر مشتمل لوگوں کے لئے مقبول، موزوں یا مطلوبہ ہوتے ہیں، صنفی یا جنسی کردار کہلاتے ہیں۔جنسی کردار عام طور پر تذکیر و تانیث کے تصور پر مرکوز ہوتے ہیں، حالانکہ مستثنیات اور اختلافات بھی ہوتے ہیں۔ان جنسی توقعات کی چند خصوصیات ایک تہذیب سے دوسری تہذیب میں مختلف ہوتی ہیں اور چند تمام تہذیبوں میں یکساں۔لفظ جنسی کردار سے مراد سماج کے تصور، کہ مرد و خواتین سے کس طرح کے عمل کی توقع کی جاتی ہے اور انہیں کس طرح سے برتاؤ کرنا چاہیئے، سے ہے۔یہ کردار سماج کے تشکیل شدہ قواعد و قوانین اور معیارات پر مشتمل ہوتے ہیں۔

صنفی کردار کی اقسام:

جنسی کردار سماجی اور برتاوی عمل کا خاص مجموعہ ہوتے ہیں جنہیں کسی خاص صنف کے لئے موزوں تصور کیا جاتا ہے۔عام طور پر معاشرے میں

خواتین کے تین کردار ہوتے ہیں: باز تناسلی (Reproductive)، صنعتی پیداکاری (Productive) اور معاشرتی انتظامی (Community Managing) جبکہ مرد خاص طور پر صنعتی پیداکاری اور معاشرتی سیاست (Community Politics) کے کردار نبھاتے ہیں۔ان مختلف جنسی کردار کی اقسام کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1.5.1۔ باز تناسلی کردار:

اس کے تحت عورتوں کے ذریعے کی جانے والی بچوں کی پرورش اور گھریلو کام شامل کئے جاتے ہیں۔اس میں بچوں کی دیکھ بھال، تحفظ، کام کی نگہ داشت، ذریعہ معاش میں مشغول افراد کے کام اور ان کی مدد، چھوٹے و اسکول جانے والے بچوں کے کام وغیرہ بھی شامل ہوتے ہیں۔

1.5.2۔ صنعتی پیداکاری کا کردار:

اس میں ذریعہ معاش کے حصول کے لئے مرد اور خواتین دونوں کے ذریعہ کئے جانے والے امور شامل کیے جاتے ہیں، بازار میں پیدا کی جانے والی اشیاء، ان کی خرید و فروخت، منتقلی، گھریلو صنعتوں کی پیداوار، زراعت اور مویشی کی کفالت میں تعاون اسی کردار کا حصہ ہوتے ہیں۔

1.5.3۔ معاشرتی انتظامی کردار:

اس میں عورتوں کے ذریعے معاشرے میں انجام دی جانے والی سرگرمیاں شامل ہوتی ہیں۔یہ امور رضاکارانہ طور پر فرصت کے اوقات میں انجام دیئے جاتے ہیں جن کی کوئی اجرت بھی نہیں ملتی۔اس میں باز تناسلی کردار کے توسیعی کام، قدرتی اور کمیاب وسائل مثلاً پانی، صحت اور ماحولیاتی تحفظ، تعلیم وغیرہ کے انتظام، تحفظ اور تقسیم شامل کیے جاتے ہیں۔

1.5.4۔ معاشرتی سیاست میں کردار (Community Politics Role):

اس کے تحت خاص طور پر مردوں کے ذریعے معاشرتی سطح پر کیے جانے والے کام اور سرگرمیاں شامل کیے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ قومی سیاست کی سطح کے امور بھی اس میں شامل ہوتے ہیں۔عام طور پر یہ کام راست یا بالواسطہ طریقے سے رتبہ، عہدے، اقتدار یا مال و دولت کی شکل میں اجرت پر مبنی ہوتے ہیں۔

1.5.5۔ کثیر جہتی/ متنوع کردار (Multiple Roles):

خواتین و مرد دونوں متنوع کردار ادا کرتے ہیں لیکن دونوں کے اس کردار میں فرق یہ ہے کہ مرد ان کرداروں کو ترتیب وار اور جداگانہ صنعتی مرکوزیت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔جبکہ خواتین تمام کرداروں کو بیک وقت، ان کی ضروریات کے توازن کے ساتھ اور متعین وقت مدت میں مکمل کرتی ہیں۔

اس طرح سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ کسی سماجی معاشی ماحول سے منسوب جنس پر مبنی تقسیم امور مرد و خواتین کے ذریعہ انجام دیے جانے والے کرداروں کو متعین کرتے ہیں۔چونکہ مرد اور خواتین مختلف کردار ادا کرتے ہیں، اس لیئے وہ اکثر بالکل مختلف ثقافتی، ادارہ جاتی، طبعی اور معاشی دباؤ کا سامنا کرتے ہیں۔جن میں سے اکثر دباؤ کی وجوہات متواتر تعصب اور امتیاز کا برتاؤ ہوتی ہیں۔

اپنی معلومات کی جانچ:

(1) صنف کی مختلف اقسام کون سی ہیں؟

1.6 صنف پر مبنی کام کی تقسیم اور تخمینہ (Gender based Division & Valuation of work)

خاندان بچوں کو شفقت اور سہارا فراہم کرتے ہیں، لیکن گھر بھی کارمقام کی مانند ہوتے ہیں اور معیشت میں امورِ خانہ اہم کردار ادا کرتے ہیں۔حالانکہ گھروں میں راست طور پر بازاروں کی طرح کوشے کی پیداوار یا خدمات فراہمی نہیں کی جاتی لیکن گھروں کے ذریعے بازاروں میں کام کرنے

والے ملازمین کی ضروریات کی تکمیل وتسہیل، اشیا کی خرید واصراف، بچوں کی کفالت، سماجیانہ اور تعلیم فراہم کی جاتی ہے۔ ان تمام گھریلو کاموں میں انسانی وسائل اور محنت درکار ہوتی ہے۔ گھروں میں کیئے گئے مختلف کاموں میں لگا وقت بازاروں کی صنعت، تجارت اور دیگر نوعیت کے کام میں لگے وقت کے برابر یا کبھی کبھی زیادہ بھی ہوتا ہے۔

ایک گھر بیک وقت ہوٹل، لانڈری، باورچی خانہ، بچوں کی دیکھ ریکھ اور تفریحات کے مراکز کا مجموعہ ہوتا ہے۔ عموماً یہ تمام امور اوران میں لگا وقت ان افراد خصوصاً مرد اور بچوں کے لئے ناقابلِ دید ہوتا ہے جو اس سے راست استفادہ کرتے ہیں۔ گھروں میں عموماً ان تمام امور کو خواتین ہی انجام دیتی ہیں۔ حالانکہ یہی کام مرد بھی گھر کے باہر کرتے ہیں اوراس کے لئے اجرت حاصل کرتے ہیں۔ لیکن گھریلو کام کاج کے لئے عورت کو کوئی اجرت نہیں دی جاتی۔ اورمردوں کا گھریلو امور سے متعلق تصور ہوتا ہے کہ یہ کام فطری طور پرصرف عورتوں کے ہی ہیں۔

ہر معاشرے میں مرد اور خواتین کے امور کی پابندی اور تعین ہوتا ہے۔ لیکن ان امور اور کرداروں سے متعلق کوئی عالمی اور مستند دستاویز نہیں ہے، تحقیقات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کام کی تقسیم (Division of Labour) خصوصی ماحول اور سماجی حالات سے متاثر ہوتی ہے۔ بسا اوقات خواتین سے منسوب کام کی انجام دہی مرد کرتے ہیں اور مرد سے منسوب کام کی انجام دہی خواتین کرتی ہیں۔ اس طرح سے جنس کا استعمال اکثر کام کی تقسیم کے لئے کیا جاتا ہے لیکن عالمی سطح پر ایسا کوئی مواد نہیں ہے جو یہ نشاندہی کرے کہ فلاں کام خواتین کے ہیں اور فلاں کام مردوں کے۔

اپنی معلومات کی جانچ:

(1) خاندان میں کام کی تقسیم کس طرح ہوتی ہے؟

1.7 صنف کی جانب رویوں کا انکشاف (Exploring Attitude Towards Gender)

صنف کی جانب رویوں کا مطلب ہے، کسی فرد کا خواتین ومرد کے مناسب برتاؤ سے متعلق عقیدہ۔ کسی فرد کا جنس کی جانب رویہ سماج کے منظور شدہ اور ثقافت پرمبنی اصولوں سے اس فرد کی استقامت ظاہر کرتا ہے، جو کہ ہمیں مخصوص جنس پرمبنی مناسب برتاؤ کرنے کی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہ منظور شدہ اور ثقافت پرمبنی اصولوں کی مقبولیت اور تردید کی مقدار بھی ظاہر کرتا ہے۔ سماجی رویوں کے سروے کے تحت خاندان میں خواتین ومرد کے کردار اور رویوں سے متعلق پوچھے جانے والے رویہ جاتی سوالات شامل کیئے جاتے ہیں۔ مثلاً

- ☆ خواتین کے گھر پہنچنے پر مرد کو دروازہ کھولنا چاہیئے۔
- ☆ اپنے بچوں کی کفالت اور دیکھ بھال میں والد اور والدہ دونوں کو مساوی طور پر شرکت کرنی چاہیئے۔
- ☆ دولت کمانے اور اسے اپنے خاندان کو فراہم کرنے کے لئے خصوصی طور پر مرد ذمہ دار ہوتے ہیں۔
- ☆ شادی کے بعد عورت کو اپنے شوہر کی عرفیت اختیار کرنا چاہیئے۔

جنسی رویے، اوصاف یا کردار سے متعلق خیالات جو کہ کسی جنس کے لئے مخصوص یا جبلی ہوتے ہیں، ہمیں جنس کے مطابق روایتی فرد ہونے کی ترغیب دیتے ہیں۔ یقیناً یہ رواج مرد وخواتین دونوں کے لئے منفی مضمرات رکھتے ہیں۔ پھر بھی زبان کی سطح پر، روایات میں اور روزگار کے مقامات پر ہونے والے جنسی تعصب تاریخی طور پر مردوں کی حمایت کی جانب رجوع ظاہر کرتے ہیں اور خواتین کے لئے غیر مطلوبہ نتائج پیدا کرتے ہیں۔

اپنی معلومات کی جانچ:

(1) صنف کی جانب صحیح رویوں کی نشونما کیوں ضروری ہے؟

1.8 فرہنگ(Glossary)

اثاثہ	Asset	امور	Works
راست	Direct	زراعت	Agriculture
نفی	Negative	کفالت	Nurturance، دیکھ بھال
نوبالغاں	Adolescents	رضاکارانہ	Voluntarily
اہداف	Goals	اجرت	Remuneration
مربوط	Link، جوڑنا	توسیعی	Extension
خودتوقیری	Self Respect	اقتدار	Governance, Power
ذرائع ابلاغ	Media	منسوب	Related
تعاملات	Interactions	ادارہ جاتی	Institutional
مسخ	Distortion	متواتر	Continuous
مجموعہ	Combination, Set	تعصب	Prejudice
موزوں	Relevant	امتیاز	Discrimination
تذکیر	Masculine	کارِمقام	Work Place
تانیث	Faminine	معیشت	Economy
مستثنیات	Exceptions	ملازمین	Workers
قواعدوقوانین	Rules & Regulations	تسہیل	Facilitation
صنعتی	Industrial	تفریحات	Entertainment
نگہداشت	Supervision	مراکز	Centres
ذریعہ معاش	آمدنی کا ذریعہ	توثیق	Validation
حیاتیاتی	Biological	ناقابلِ دید	Invisible
عضویاتی	Physiological	استفادہ	Beneficiary
ماتحتی	Subordination	نشاندہی	Indicate
غلبہ	Dominence	عقیدہ	Belief
تخمینہ	Valuation / Assessment	استقامت	Adherence
سماجیانہ	Socialization	تردید	Rejection
طرزرسائی	Approach	عرفیت	Surname
وسائل	Resources	جبلی	Inherent

ادراکی	:	Perceptual	منفی	:	Negative
صارفین	:	Consumer	مضمرات	:	Implications
تشخص	:	Identification	رجوع	:	Inclination
بین ثقافت	:	Between / Inter-culture	ادوار	:	Periods ،زمانے
اندرون ثقافت	:	Within / Intra-culture	توقعات	:	Expectations
محرکہ	:	Stimulus	اوصاف	:	Traits / Characteristics
کثیر جہتی	:	Multi-dimensional	روایات	:	Traditions
وضع	:	Appearance	بالواسطہ	:	Indirect
مساوی	:	Equally	تغیر پذیری	:	Changes
جنسی مساوات	:	لڑکے اورلڑکیوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک، برتاؤ			
جنسی امتیازات	:	لڑکے اورلڑکیوں کے ساتھ تفریق، الگ الگ برتاؤ			
امورِ خانہ داری	:	گھریلو کام کاج، Household Activities			
WHO	:	World Health Organization			
FAO	:	Food & Agriculture Organization of the United Nations			

1.9 یاد رکھنے کے نکات:

1۔ جنس ایک سماجی تصور ہے جو تمام قسم کے معاشروں میں لڑکے، لڑکیوں، مرد اور خواتین کے رویے، کردار، ذمہ داریوں اور برتاؤ کے طریقوں کو متاثر کرتا ہے۔

2۔ تعلیمی نظام دنیا میں موجود جنسی عدم مساوات کا نتیجہ اور سبب دونوں ہوتے ہیں۔

3۔ جنس سے مراد انسانوں کی حیاتیاتی اور عضویاتی بناوٹ میں تفریق سے ہے اور اسی بناوٹ کے سبب خاندان، تہذیب اور سماج مرد و خواتین کو کردار اور ذمہ داریاں عطا کرتے ہیں۔ جنس کے تصور میں مرد و خواتین دونوں کی خصوصیات، رجحانات اور برتاؤ سے متعلق توقعات بھی شامل کئے جاتے ہیں۔

4۔ جنسی کردار اور توقعات سیکھے جاتے ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ ایک ہی تہذیب کے اندر اور دو تہذیبوں کے درمیان بھی ان کرداروں میں فرق پایا جاتا ہے۔

5۔ سماجی تقسیم کے نظام جیسے سیاسی حیثیت، نسل، ذات، معیار، رتبہ، طبعی و ذہنی سطح، عمر وغیرہ جنسی کردار طے کرتے ہیں۔

6۔ جنسی نظام مختلف سماجی و ثقافتی تناظر میں قائم ہوتے ہیں، جو کہ یہ طے کرتے ہیں کہ ان خصوصی تناظر میں مرد، عورت یا لڑکے، لڑکی سے کیا توقع کی جاتی ہے، انہیں کس کام کی اجازت دی جاتی ہے اور کس طرح سے ان کے کردار کا تخمینہ کیا جاتا ہے۔

7۔ جنسی کردار سماجیانہ عمل کے ذریعے سیکھے جاتے ہیں، یہ متعین نہیں ہوتے بلکہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

8۔ جنسی نظام کو سماجی، معاشی، سیاسی، قانونی، ثقافتی، روایتی اور تعلیمی نظاموں کے ذریعے اداراتی شکل فراہم کی جاتی ہے۔

9۔ جنس سے مراد عورتوں اور مردوں کی سماجی طور پر تشکیل شدہ خصوصیات جیسے قاعدے، کردار، برتاؤ، سرگرمیوں، اوصاف، عورتوں و مردوں کے تعلقات اوران کے گروہوں کے تعلقات سے ہے، جنہیں ایک سماج مردوں اور عورتوں کے لئے مناسب سمجھتا ہے۔

10۔ دوصنف (مرد اور عورت) کے درمیان سماجی اور ثقافتی طور پر تشکیل شدہ فرق کو جنس کہا جاتا ہے۔

11۔ سے مراد خواتین اور مرد کو متعارف کرانے والی حیاتیاتی اور عضویاتی خصوصیات سے ہے۔'' اس میں مرد اور خواتین کی قدرتی جسمانی بناوٹ کے فرق شامل ہوتے ہیں جو کہ متعین ہوتے ہیں۔

12۔ جنس ایک ثقافت مخصوص تعمیر ہے، کسی ایک تہذیب کے مقابلے دیگر تہذیب میں خواتین و مرد کے کام میں بامعنی فرق پایا جاتا ہے۔

13۔ شہوانیت جنس سے مختلف ہے لیکن قریبی طور پر مربوط ہے۔ یہ حیاتیاتی محرکہ کی سماجی تعمیر ہے۔ جنسی اوصاف کی موجودگی، احساس اور اظہار کو شہوانیت کہا جاتا ہے۔ یہ شہوانی برتاؤ سے زیادہ ہے، اور کثیر جہتی و متحرک تصور ہے۔

14۔ جنس کی سماجی تعمیر کی پانچ بنیاد ہوتی ہیں:

1) جنس پر مبنی ایذادہی

2) نوبالغ کا بلوغت کی جانب نظریہ

3) ذہنی تناو

4) جسمانی شبیہ اور

5) تعلیم

15۔ جنسی اختلافات کا سماجی طور پر تشکیل پانے کا خیال جنس سے متعلق متعدد فلسفاتی اور سماجیاتی نظریات میں پیش کیا گیا ہے۔ اس نقطۂ نظر کے مطابق سماج اور تہذیب جنسی کردار پیدا کرتے ہیں اور یہ کردار اس مخصوص صنف کے فرد کے لئے مناسب برتاؤ یا مثالی تصور کیے جاتے ہیں۔

16۔ اکثر لڑکیوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ امورِ خانہ داری سنبھالیں اور اسی طرح کا ان کا رویہ اور نظریہ بھی فروغ ہونے لگتا ہے۔

17۔ ہائی اسکول کا مرحلہ نوبالغاں میں بڑھتی ہوئی سماجی و تعلیمی توقعات کے سبب ذہنی تناؤ کا ماحول پیدا کرتا ہے۔ نوبالغاں کے لئے یہ تغیر پذیر منتقلی کا دور ہوتا ہے۔ جس کا سامنا مختلف نوبالغاں مختلف طریقوں سے کرتے ہیں۔ کچھ آسانی سے اس دور سے گذر جاتے ہیں اور دیگر شدید برتاؤ ی اور نفسیاتی مسائل میں الجھ جاتے ہیں۔

18۔ ہائی اسکول کا تناؤ بھرا ماحول نفسیاتی و طبعیاتی طور پر صحت کو متاثر کرتا ہے۔

19۔ جسمانی شبیہ کو بشمول جنس، ذرائع ابلاغ، والدین کے تعلقات، بلوغت، مقبولیت اور جسم کا وزن وغیرہ کئی عوامل متاثر کرتے ہیں۔ ان عوامل کے تعاملات نوبالغاں میں بے مثل تجربات کا سبب بنتے ہیں۔

20۔ نوبلوغت کے دور میں جسمانی شبیہ کا نزدیکی تعلق نفسیات سے ہوتا ہے اور جب کسی بچے کی جسمانی شبیہ اطمنان بخش نہیں ہوتی ہے تو شخصیت پر منفی اثرات مرتب ہونے لگتے ہیں۔

21۔ اسکول میں گذارے جانے والے وقت کی مقدار کے سبب معلم بچے کے لئے تمام تعلیمی تجربات بشمول صنفی سماجیانہ کے مؤثر رول ماڈل ہوتے ہیں۔

22۔ سماج کا تعلیمی فلسفہ،نصاب،اسکول کا ماحول،اساتذہ اور منتظمین کا رویہ،حکومت کی تعلیمی پالیسی یہ تمام صنفی کردار کو متاثر کرتے ہیں۔

23۔ صنفی رجنسی کردار پانچ اقسام کا ہوسکتا ہے:

1) بازتناسلی کردار

2) صنعتی پیداکاری کا کردار

3) معاشرتی انتظامی کردار

4) معاشرتی سیاستی کردار اور

5) کثیر جہتی رمتنوع کردار

24۔ سماجیاتی قاعدے وقانون کا ایسا مجموعہ جو برتاؤ کے طریقے ظاہر کرتا ہے اور جو قاعدے قانون عام طور پر حقیقی یا ادرا کی جنس پر مشتمل لوگوں کے لئے مقبول،موزوں یا مطلوبہ ہوتے ہیں،صنفی یا جنسی کردار کہلاتے ہیں۔

25۔ جنسی توقعات کی چند خصوصیات ایک تہذیب سے دوسری تہذیب میں مختلف ہوتی ہیں اور چند تمام تہذیبوں میں یکساں۔

26۔ جنسی کردار سے مراد سماج کے تصور، کہ مرد وخواتین سے کس طرح کے عمل کی توقع کی جاتی ہے اور انہیں کس طرح سے برتاؤ کرنا چاہیئے ، سے ہے۔یہ کردار سماج کے تشکیل شدہ قواعد وقوانین اور معیارات پر مشتمل ہوتے ہیں۔

27۔ جنسی کردار سماجی اور برتاوی عمل کا خاص مجموعہ ہوتے ہیں جنہیں کسی خاص صنف کے لئے موزوں تصور کیا جاتا ہے۔

28۔ گھر بھی کارِمقام کی طرح ہوتے ہیں اور معیشت میں امورِخانہ اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

29۔ کبھی کبھی گھروں میں کیئے گئے مختلف کاموں میں لگا وقت بازاروں کی صنعت،تجارت اور دیگر نوعیت کے کام میں لگے وقت کے برابر یا زیادہ بھی ہوتا ہے۔

30۔ ایک گھر بیک وقت ہوٹل،لانڈری،باورچی خانہ،بچوں کی دیکھ ریکھ اور تفریحات کے مراکز کا مجموعہ ہوتا ہے۔

31۔ گھروں میں عموماً ان تمام امور کو خواتین ہی انجام دیتی ہیں۔حالانکہ یہی کام مرد بھی گھر کے باہر کرتے ہیں اور اس کے لئے اجرت حاصل کرتے ہیں۔لیکن گھریلو کام کاج کے لئے عورت کو کوئی اجرت نہیں دی جاتی۔اور مردوں کا گھریلو امور سے متعلق تصور ہوتا ہے کہ یہ کام فطری طور پر صرف عورتوں کے ہی ہیں۔

32۔ ہر معاشرے میں مرد اور خواتین کے امور کی پابندی اور تعین ہوتا ہے۔لیکن ان امور اور کرداروں سے متعلق کوئی عالمی اور مستند دستاویز نہیں ہے۔

33۔ تحقیقات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کام کی تقسیم (Division of Labour) خصوصی ماحول اور سماجی حالات سے متاثر ہوتی ہے۔

34۔ بسااوقات خواتین سے منسوب کام کی انجام دہی مرد کرتے ہیں اور مرد سے منسوب کام کی انجام دہی خواتین کرتی ہیں۔

35۔ جنس کی جانب رویوں کا مطلب ہے،کسی فرد کا خواتین و مرد کے مناسب برتاؤ سے متعلق عقیدہ۔

36۔ کسی فرد کا جنس کی جانب رویہ سماج کے منظور شدہ اور ثقافت پر مبنی اصولوں سے اس فرد کی استقامت ظاہر کرتا ہے اور ہمیں مخصوص جنس پر مبنی مناسب ردعمل میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

1.10 اکائی کے اختتام کی سرگرمیاں

1۔ صنف اور شہوانیت کا تصور بیان کیجیے۔
2۔ صنف (Gender) اور جنس (Sex) میں فرق واضح کیجیے۔
3۔ صنف کی سماجی تعمیرات کے اجزاء کی وضاحت کیجیے۔
4۔ مختلف جنسی کردار کے اقسام تحریر کیجیے۔
5۔ صنف پر مبنی سماج کے مختلف امور کی تقسیم کی نشاندہی کیجیے۔
6۔ صنف پر مبنی امور کا تخمینہ کیجیے۔
7۔ صنف کی جانب رویوں کی تفتیش میں کس طرح کے سوالات پوچھے جاتے ہیں؟

1.11 مجوزہ مطالعہ جات (Suggested Readings)

FAO. 1997, Gender: The key to sustainability and food security. SD Dimensions, May 1997 (www.fao.org/sd)

Howard, P.2003. Women and Plants, gender relations in bio-diversity management and conservation, London, ZED Books

Kanter, Rosabeth Moss. 1997. Men and Women of the Corporation, New York : Basic Books.

Lippa, Richard A. 2002, Gender, Nature and Nurture, Mahwah, NJ: L.Erlbaum.

Okley, Ann. 1972. Sex, Gender and Society. New York : Harper and Row.

Thorne, Barrie, 1993. Gender Play: Girls and Boys in school. New Brunswick, NJ: Rutgers University Press.

اکائی (2) : صنف اور اسکول
Gender and School

ساخت:(Structure)

2.1 - تمہید

2.2 - مقاصد

2.3 - صنفیت کا تصور اور اسکولی ماحول

2.4 - اسکول کے داخلہ میں صنفی امتیازات:

2.4.1 - ترک تعلیم

2.4.2 - گھریلو امور اور ذمہ داریاں

2.5 - لڑکیوں کی تعلیم کے تئیں سماجی رویہ

2.6 - اسکول میں صنفی مدعے:

2.6.1 - جنسی اہانت و ہراسانی

2.6.2 - جنسی استحصال

2.6.3 - اسکول، گھر اور باہری تحفظ کے تصورات

2.7 - خواتین کی بہبود کے لئے تعلیم بالغان اور غیر رسمی تعلیم

2.8 - صنفی مساوات

2.8.1 - اسکول کا رول

2.8.2 - ہم جولیوں کا رول

2.8.3 - اساتذہ کا رول

2.8.4 - درسیات اور نصابی کتابوں کا رول

2.9 - خلاصہ

2.10 - اکائی کے اختتام کی سرگرمیاں

2.11 - حوالہ جاتی کتب

2.1 - تمہید

علامہ اقبالؔ کے ایک شعر کا مصرعہ ہے "وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ" بلا شک و شبہ لڑکیوں اور عورتوں کی ترقی کے بغیر کائنات کی تصویر میں بہتر رنگ نہیں بھرا جاسکتا۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان کی تعلیم کے بغیر انسانی تہذیب کی تصویر بے رنگ اور داغدار نظر آئے گی۔ ہمارا ملک مختلف مذاہب، مکتب فکر اور رسم ورواج، تہذیبی اقدار کا جیتا جاگتا نمونہ ہے۔ اس ملک کے کسی بھی مذہبی فکر میں لڑکیوں کی تعلیم سے انحراف نہیں کیا گیا ہے بلکہ سبھی مذہبی کتابوں میں سماجی مساوات کے لئے عورتوں کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اگر ہم معاشرتی اور معاشی ترقی کی بات کریں تو بھی ہماری آدھی آبادی کی تعلیمی ترقی کے بغیر سماجی فلاح و بہبود اور معاشی ترقی ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آزادی کے بعد سبھی تعلیمی سفارشات اور پالیسی سازی دستاویزوں میں لڑکیوں کی تعلیم، عورتوں کی فلاح و بہبود اور تربیت کو سماجی مساوات کا اہم ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔

عزیز طلبا! سیکنڈری ایجوکیشن کمیشن (53-1952)، کوٹھاری کمیشن (66-1964)، نیشنل پالیسی آن ایجوکیشن (1968) اور نیشنل پالیسی آن ایجوکیشن (1986) اور پروگرام آف ایکشن "POA" (92-1991) سبھی دستاویزوں اور سفارشات میں لڑکیوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ مرکوز رکھی گئی ہے۔ تاہم کون سی وجہ ہے کہ اب تک ہم باوجود کوششوں کے بچوں کے تعلیم کے برابر بچیوں کی تعلیم کا بندوبست نہیں کر پائے ہیں۔ عزیز طلبا ایک طرف اس کی سماجی تصور، مذہبی رسم ورواج، پردہ سسٹم اور معاشی پہلو ہے تو دوسری طرف بچیوں کی تعلیم کی خاطر خواہ ترقی نہ ہونے میں ان کی جنسی اور صنفی محدودیت بھی ہے۔ حالاں کہ اس ترقی یافتہ دور میں جنسی وصنفی محدودیت کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہونا چاہئے تاہم ہمارے ملک جیسے ترقی پذیر ملک میں غیر متمدن اور نیم متمدن والدین اور سرپرست اس کو ایک رخنہ (hurdle) مانتے ہیں۔ چنانچہ جب تک ہمارا معاشرہ پوری طرح تعلیم یافتہ نہ ہوگا ہم انسانی، شہری اور سماجی ترقی کی برکتوں سے ہمکنار نہیں ہوسکتے۔ لہٰذا سرکاری، نیم سرکاری اور غیر سرکاری اور کچھ فلاحی اداروں کے ذریعہ لڑکیوں کو، عورتوں کو تعلیم میں خود کفالت اور روزگار میں خود اختیار و خود انحصار بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ 1968 میں نیشنل پالیسی آن ایجوکیشن کی ڈرافٹ پیپر کی بنیاد پر معروف ماہر تعلیم جے، پی نائیک نے ایک دستاویز Education For Our People کے نام سے تیار کیا تھا جو بعد میں Document Of Janta Government کے نام سے مشہور ہوا۔ اس پالیسی پیپر میں لڑکیوں کی خصوصی تعلیم اور لڑکوں سے مساوی تعلیم کے انتظام پر زور دیا گیا تھا۔ 1986 کی نیشنل پالیسی آن ایجوکیشن اور اس کے بعد پروگرام آف ایکشن میں بھی لڑکیوں کے مساوی تعلیمی مواقع کی طرف خصوصی توجہ کی گئی تھی چوں کہ 1981 کی مردم شماری کے مطابق عورتوں کی خواندگی کی شرح 24.82% ہونے کی وجہ سے تشویش کا اظہار کیا گیا اور موجودہ تعلیمی نظام میں بالخصوص اسکولی تعلیمی نظام میں اصلاح کرنے کے ساتھ ساتھ عورتوں کے لئے تعلیم بالغان اور پیشہ وارانہ تعلیم و تربیت اور تکنیکی تعلیم پر بھی خصوصی توجہ کی گئی۔ POA کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ عورتوں کے خود کفالتی، خود انحصاری، خود مختاری، خود شناسی اور مثبت تعمیری رجحان کو فروغ دیئے بغیر تعلیمی ترقی ممکن نہیں۔ چنانچہ ان تعمیری افکار کے لئے خصوصی طرز عمل اختیار کر کے موجودہ تعلیمی نظام میں تبدیلی لانے کی بات کہی گئی۔

عزیز طلبا! عام طور سے اساتذہ وطلبا، طالبات روزانہ چھ گھنٹے ایک دوسرے کے ربط میں رہتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق پورے تعلیمی سال میں یہ تقریباً ایک ہزار گھنٹے درس و تدریس، تجربہ، مطالعہ، جسمانی کام، کھیل کود یعنی Curricular, co-curricular activities میں ایک دوسرے کے ساتھ باہمی تال میل کے ساتھ کام لیتے ہیں۔ اتنے بڑے وقفے کے لئے طالبات کے لئے بنیادی سہولتیں فراہم ہونی چاہئے مثلاً ان کے لئے الگ Toilet, Common room وغیرہ کا انتظام ہونا چاہئے۔ باوجود مختلف طرح کے پروگرام و پروجیکٹ کی سفارش اور نفاذ کے ہم ابھی تک سبھی اسکولوں میں ایسا کرنے سے قاصر ہیں۔ بلاشبہ اسکولی تعلیم کے آخری پڑاؤ پر بہت تیزی سے بچوں میں طبعی و جسمانی تبدیلی رونما ہوتی ہے جسے ہم Physical development کے نام سے جانتے ہیں۔ اسکولی تعلیم کے آخری درجات میں ذہنی، جسمانی اور حیاتی تبدیلی بڑی تیزی سے ہوتی ہے۔ اسی عمر میں احساسات، جذبات اور

خیالات تیزی سے تشکیل پاتے ہیں۔ چنانچہ اس عمر کو Adolescenc اور ہیجانی عمر بھی کہا جاتا ہے۔ اس دور میں لڑکیوں کی مخصوص ضرورتوں کا بالخصوص انتظام نہ ہونا ان کی ترک تعلیم کو بڑھاوا دیتا ہے۔ ہمارا معاشرہ بہت حد تک اب بھی قدامت پسند (Conservative) ہے جو تعلیم میں لڑکیوں کے مقابلے میں لڑکوں کو زیادہ ترجیح دیتا ہے اور لڑکیوں کو گھریلو ذمہ داریوں میں لگا دیتا ہے۔ اس سے ان کی تعلیم پر منفی اثر پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ اسکول کیمپس میں جنسی اہانت و ہراسانی اور بعض دفعہ جنسی استحصال کے معاملے بھی سامنے آتے ہیں جن کی وجہ سے والدین اپنی لڑکیوں کو احتیاطی تدابیر اور سماجی بندشوں کی وجہ سے ترک تعلیم کرا دیتے ہیں۔ لہذا اسکول، گھر اور ان کے درمیان ان کے تحفظ کے انتظامات پختہ ہونے چاہئے۔ اس ضمن میں صنفی مساوات کا دھیان رکھنا اسکول انتظامیہ، اساتذہ اور والدین کا اہم فریضہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے Classmates، غیر تدریسی عملہ، نصابی اور ہم نصابی سرگرمیوں اور نصابی کتابوں میں صنفی امتیاز کے منفی اثرات اور مساوات سے آگاہی ضروری ہے تاکہ ہم اپنی آدھی آبادی کو تعلیم میں مساوی مواقع فراہم کرا سکیں۔

2.2۔ مقاصد

اس یونٹ کے مطالعہ کے بعد آپ اس لائق ہو جائیں گے کہ

☆ جنسیت کے تصور پر بحث کر سکیں۔

☆ اسکولی تعلیم میں صنفی امتیازات، داخلے کے مسائل اور ترک اسکول جیسے مسئلے کا تجزیہ کر سکیں گے۔

☆ لڑکیوں کی تعلیم سے متعلق مختلف سماجی اکائیوں کے رویے کا جائزہ لے سکیں گے۔

☆ اسکول میں مختلف نہج پر صنفی مدعے مثلاً جنسی اہانت و ہراسانی اور استحصال کے مسائل کو سمجھ سکیں گے۔

☆ اسکول، گھر اور معاشرتی ماحول میں بچیوں کے تحفظ کو یقینی بنانے کے امور پر غور کر سکیں گے۔

☆ سماج میں خواتین کی فلاح و بہبود کے لئے رسمی تعلیم کے علاوہ تعلیم بالغان اور غیر رسمی تعلیم کی افادیت بتا سکیں اور

☆ صنفی مساوات کے لئے اسکول، ہم جولیوں، اساتذہ اور نصابی کتابوں کا رول کا جائزہ لے سکیں اور ان پر اظہار خیال کر سکیں۔

2.3 - صنفیت کا تصور اور اسکولی ماحول

کسی بھی مہذب سماج میں تعلیمی اداروں خصوصاً اسکول جو ابتدائی و ثانوی تعلیم کے مراکز ہیں اہم حیثیت کی حامل ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ تعلیمی اداروں یا اسکول کا تصور خلا میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ ایک ٹھوس حقیقت ہے اور یہ حقیقت اس وقت تک اپنی کارکردگی اور فرائض کو بہتر طریقے سے انجام نہیں دے سکتے جب تک اس میں پڑھنے پڑھانے والے کا تعلق دونوں جنس یعنی تذکیر و تانیث سے نہ ہو۔ دنیا کے مختلف ممالک میں متعدد طرح کے اسکول اور تعلیمی نظام پائے جاتے ہیں۔ کچھ ممالک میں جہاں مذہبیت کا شدید غلبہ ہے وہاں عورتوں کی تعلیم کا تناسب نہایت کم ہے اور اسکول یا تعلیمی ادارے اگر ہیں تو الگ الگ صنف کے لئے الگ الگ ہیں۔ جن ممالک میں جمہوری نظام کا فروغ ہوا ہے اور ان کے عوام میں غیر متعصب معاشرے کے تشکیل کا جذبہ پایا جاتا ہے وہاں عام طور سے دو قسم کے اسکول یا تعلیمی ادارے ہوتے ہیں۔ ایک خالص لڑکے یا لڑکی کے لئے اور دوسرا مخلوط یعنی Co - education ۔ ہمارے ملک میں دونوں طرح کے تعلیمی ادارے پائے جاتے ہیں۔ عزیز طلبا بیچلر آف ایجوکیشن تک پہنچنے کے لئے آپ نے بھی ان دونوں میں سے کسی ایک طرح کے یا دونوں طرح کے تعلیمی اداروں سے تعلیم حاصل کی ہوگی۔ ہمارے یہاں اسکولی تعلیم کو انتظام کے لحاظ سے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ابتدائی، ثانوی اور اعلا ثانوی۔ موجودہ دور میں ابتدائی درجات سے مراد درجہ اول سے آٹھویں تک ہے۔ ثانوی جماعت نویں اور دسویں جبکہ اعلا ثانوی جماعت گیارہویں اور بارہویں جماعت تک کے کلاسز پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اگر اسکول پہلے زمرے کا ہے یعنی خالص لڑکیوں کے لئے یا صرف لڑکوں کے لئے ہے تو عمومی طور پر جنسیت کے مسائل نہیں ہوتے۔ لیکن اگر اسکول Co-ed ہے خواہ وہ کسی سطح کا ہو تو وہاں مختلف قسم کے جنسی اور صنفی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

عزیز طلبا کسی بھی مہذب معاشرے میں کئی طرح کے (Values) اقدار پائے جاتے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اچھے اور مثبت اقدار کا فروغ جس معاشرے میں ہوتا ہے اسے ہی مہذب معاشرہ کہا جاسکتا ہے۔ انسانی اقدار میں سب سے اعلا قدر مساوات کا تصور ہے۔ اگر اس تصور کو فروغ دینا ہو تو سماج میں مساوی تعلیم کے مواقع کو بھی فروغ دینا نہایت ضروری ہے اور تعلیم میں اس وقت تک مساوات کا تصور نہیں کیا جا سکتا جب تک ہمارے سماج کی آدھی آبادی کو مساوی تعلیمی مواقع حاصل نہ ہوں گے۔ عزیز طلبا! آپ نے پچھلے صفحات میں پڑھا ہے کہ 1981 کی مردم شماری میں بچیوں کی خواندگی کا تناسب 24.81 تھا۔ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جہاں لڑکیوں کی تعلیم کا تناسب اس قدر کم ہو تو کسی ترقی یافتہ سماج کی تشکیل کیسے ہوسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف محاذوں پر متعدد تدابیر کے ذریعہ لڑکیوں کے داخلے اور اسکول میں بنے رہنے کے پروگرام مرتب کئے گئے اور اس تصور سے کہ خالص لڑکیوں کے اسکول میں لڑکیاں پڑھیں مساویانہ تعلیمی مواقع کو Achieve کرنا نہایت مشکل تھا۔ چنانچہ اب اکثر و بیشتر ہمارے اسکول Co-ed ہیں۔ اسکولی تعلیم میں چھٹی جماعت کے بعد بچوں میں (خواہ لڑکی ہو یا لڑکا) بہت تیزی سے Physical development جسمانی نشو و نما ہوتا ہے اور ان کے حسی اعضاء مزید فعال ہونے لگتے ہیں۔ چنانچہ اس جماعت کے بعد مختلف طرح کے جنسی وصنفی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ ان مسائل کی وجہ سے بہت سے والدین اور سرپرست اپنی بچیوں کے Co-ed اسکولوں میں ابتدائی تعلیم کا چھٹی جماعت کے بعد کی تعلیم جاری رکھنے سے گریز کرتے ہیں۔ کچھ قدامت پسند ذہنیت رکھنے والے اور اکثر مذہبی افراد تو سرے سے ان اسکولون میں بچیوں کی تعلیم کے خلاف ہیں۔ چنانچہ ذرا سا بہانہ ملتے ہی بچیوں کو اسکول سے ہٹا لیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سطح پر لڑکیوں کے Drop outs بہت زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ غریبی، ناخواندگی، فرسودہ خیالات، اسکولوں کی کمی، دور افتادہ گاؤں میں اسکولوں کا فقدان اور میڈیم آف انسٹرکشن بھی اسکولی سطح پر جنسیت کے حوالے سے تعلیم کے مساوی امکانات کو متاثر کرتے ہیں۔ کم پڑھے لکھے لوگ یا ناخواندہ والدین لڑکوں کو تو کسی طرح پڑھانا چاہتے ہیں لیکن لڑکیوں کو گھر کے کام، امور خانہ داری اور چھوٹے بھائی بہنوں کے نگہداشت میں لگا دیتے ہیں۔ ان کی دلیل ہوتی ہے کہ یہ پڑھ لکھ کر کیا کرے گی۔ کیا کوئی نوکری کرنی ہے؟۔

اسکول یا تعلیمی ادارے سماج کی بہترین عکاسی کرتے ہیں۔ ہندوستان جیسے تکثیری ماحول کا اثر اسکولوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ یہاں کا سازگار ماحول طلبا و طالبات میں ہم آہنگی پیدا کرتا ہے اور ایک دوسرے کے احترام کا جذبہ بھی۔ اسکول کا تعلیمی ماحول اور عمومی انتظام جتنا بہتر ہوگا طالبات کے لئے حصول تعلیم اور اسکول میں بنے رہنے کے عمل کو اتنی ہی تقویت ملے گی۔ اسکول کے ماحول کو سازگار بنانے میں صدر مدرس، اساتذہ اور دیگر ملازمین کے علاوہ طلبا و طالبات کے ساتھ ساتھ ان کے والدین اور سرپرستوں کا بھی اہم رول ہوتا ہے۔ استاد کو اپنی جماعت میں ایسے ماحول کو فروغ دینا چاہئے کہ دوران تدریس طالبات بے جھجھک سوال پوچھ سکیں، اپنے مسائل حل کر سکیں اور اپنی شکایات کا ازالہ کر سکیں۔ اساتذہ اور طلبا و طالبات بھی اسی بڑے تکثیری سماج کا حصہ ہوتے ہیں جہاں ذات پات، مذہب، فرقہ، زبان، معاش و پیشہ اور جنس کی بنیاد پر پہچان قائم ہوتی ہے۔ لیکن اساتذہ کو سماجی پہچان اور بنیاد سے الگ ہٹ کر اسکول میں صرف طلبا۔ اساتذہ کی بنیاد پر کام کرنا چاہئے۔ ہمارے سماج میں درج فہرست ذات، درج فہرست قبائل اور اقلیتی طبقے کے خواتین کو معاشرے میں الگ شناخت ہے۔ ان شناخت کو اسکولی ماحول میں تعلیمی شناخت سے پہچانا جانا چاہئے تاکہ ان طبقات سے تعلق رکھنے والی لڑکیاں اسکول اور معاشرے میں مساوی مواقع حاصل کر سکیں۔ اسکولی سطح پر جنسیت اور دیگر سماجی نابرابری کی نشاندہی کرتے ہوئے قومی درسیات کا خاکہ-2005 اس کا حل بھی تجویز کرتا ہے۔

" تذکیریت اور تانیثیت خاص طور پر ایک طرح کے مراعات زندگی پر زور، شہری درمیانہ طبقہ، باقی لوگوں کو نظر انداز کرنے کا عمل ایسے خیالات کو تقویت بخشتا ہے۔ دلت اور پسماندہ ذات کے بچے دیگر امتیازی طبقے جیسے جنسی پیشہ میں لگی ہوئی عورتوں کے بچوں یا جن بچوں کے والدین ایڈز کے شکار ہوں وہ اکثر جماعت میں نہ صرف اساتذہ کے ذریعہ (اکثر اونچی ذات و طبقے) بلکہ اپنے ہم جولیوں کے ذریعہ بھی حقیر نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ لڑکیوں کو فروغ دیا جائے اور ان کے حقوق کو تسلیم کیا جائے ان کے ساتھ گھسے پٹے توقعات کی بنیاد پر اس طرح برتاؤ کیا جاتا ہے کہ انہیں مستقبل میں صرف

ماں اور بہنوں کا کردار ادا کرنا ہے۔اسکول کو اس بات کے لئے محتاط رہنا چاہیئے کہ کلاس میں مساوی فضا فراہم کرائی جائے۔طلبا و طالبات کے ساتھ کسی طرح کا امتیاز نہ برتا جائے اور نہ ہی کسی طرح کا ان کے ساتھ برا سلوک کیا جائے جس سے کہ وہ جنس،ذات پات،قبائل یا اقلیت وغیرہ کی بنیاد پر اچھے مواقع سے محروم رہیں۔"(قومی درسیات کا خاکہ -2005 ص 97-96)

عزیز طلبا! قومی درسیات کا خاکہ 2005 کے مذکورہ اقتباس سے آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ سماج کے افراد خواہ وہ کسی حیثیت کے حامل ہوں اسکول کے ذمہ داران،اساتذہ اور طلبا کو کسی امتیازی سلوک کے بغیر اسکول میں ایسی فضا قائم کرنی چاہیئے جس میں ہر طبقے کی لڑکیاں بے خوف وخطر کسی روکاوٹ کے تعلیم مکمل کریں اور معاشرے میں ایک بہتر شہری کا کردار نبھا کر سماج اور ملک کا نام روشن کریں۔

اپنی معلومات کی جانچ:

(1) سماج میں مساوی تعلیم کے مواقع فراہم کرنا کیوں ضروری ہیں؟

2.4- اسکول کے داخلے میں صنفی امتیازات

عزیز طلبا! ہمارے ملک میں باوجود آئینی مراعات اور کئی طرح کے قانونی و سماجی اصلاحات کے اب بھی تعلیمی اداروں بالخصوص اسکولوں مین صنفی امتیازات یا صنفی تعصب موجود ہے۔گو کہ اس سماجی اور ذہنی بیماری پر بہت حد تک شہری علاقوں میں قابو پایا جا چکا ہے اور یہاں کے اسکولوں میں لڑکے اور لڑکیوں کے داخلے اور قائم رہنے کا تناسب تقریبا مساوی ہو چلا ہے۔بعض ریاستوں میں اب بچیوں کی تعداد بچوں کے تعداد سے تجاوز کرنے لگی ہے۔تاہم یہ سکے کا صرف ایک رخ ہے۔سکے کا دوسرا رخ یعنی ہندوستان کی مجموعی داخلہ اور تعلیمی مساوات میں اب بھی لڑکیاں کافی پیچھے ہیں اور یہ امتیازی طرز عمل دیہی علاقوں اور چھوٹے قصبوں میں زیادہ ہے۔قبائلی اور دور افتادہ خطوں کے علاوہ اقلیتوں میں اور پسماندہ طبقات میں بچیوں کے مساوی تعلیم کا رجحان اب بھی تعصب کا زیادہ شکار ہے۔ہمارے یہاں کئی ریاستوں میں عورتوں کو (Head of the family) خاندان کے مکھیا کے طور پر نمایاں کرنے کی کوشش کی جارہی ہے تاکہ عورتوں کی تعلیمی صورت حال اور بچیوں کے داخلے کے مساوات میں بہتری لایا جائے۔حالیہ دنوں میں اس کی مثال بہار اور جھارکھنڈ سے دی جاسکتی ہے۔وہاں سرکاری حکم نامے کے تحت راشن کارڈ میں پہلا نام خاندان میں سرپرست کے طور پر عورت کا ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ہمیں معلوم ہے کہ بہار و جھارکھنڈ کا شمار مجموعی طور پر خواندگی کے لحاظ سے بھی ہندوستان کی پسماندہ ریاستوں میں ہوتا ہے اور لڑکیوں کے داخلے اور ترک تعلیم کا تناسب بھی صنفی تعصب کا شکار ہے۔سماجی اعتبار سے ہندوستان ایک (Man dominant) ملک ہے جہاں خاندان کا مکھیا سربراہ مرد ہوتا ہے اور عورتیں خاندان سے متعلق امور میں فیصلہ لینے کی مجاز نہیں ہوتیں۔ان حالات کا تعلیم گاہوں بالخصوص اسکولوں میں صنفی مساوات پر منفی اثر پڑتا ہے۔عزیز طلبا! آپ نے پڑھا ہے کہ غربت وافلاس،چھوا چھوت،سماجی عدم استحکام کی وجہ سے بھی سب سے زیادہ صنفی امتیازات کی شکار لڑکیاں اور عورتیں ہی ہوتی ہیں۔چنانچہ اگر کسی طرح کا خاندان میں مالی بحران و مشکلات پیدا ہوتا ہے تو سب سے پہلے لڑکیاں ہی ترک تعلیم پر مجبور کی جاتی ہیں۔حالاں کہ سرکاری سطح پر حکومتی اعانت لڑکیوں اور عورتوں کے Empowerment کے اقدامات کر رہے ہیں۔بہت ساری ریاستوں میں بلدیاتی اور پنچایتی سطح پر خواتین ممبران اور سربراہوں کے لئے نشستیں مختص کی گئی ہیں تاکہ صنفی امتیازات پر قابو پایا جاسکے۔لیکن سماجی طور پر اگر عورت کی پوزیشن مستحکم ہوتی بھی ہے تو وہ بھی لڑکوں کی تعلیم کو ترجیح دیتی ہیں۔چنانچہ لڑکیوں کی تعلیم،داخلے میں امتیازات اور dropouts کے منفی رجحانات کو دور کرنے کے لئے قوانین کے ساتھ ساتھ عوامی بیداری اور سماجی شعور پیدا کرنا لازمی ہے۔

2.4.1- ترک تعلیم

عزیز طلبا حصول آزادی کے بعد عمومی طور سے ہر سطح کی تعلیم کے فروغ کے لئے مثبت اقدامات کئے گئے ہیں لیکن لڑکیوں کی تعلیم اور تعلیم نسواں پر پچھلے پچاس برسوں میں خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ابتدائی تعلیم کی سطح پر 51-1950 میں طالبات کی کل داخلہ 5.38 ملین تھا جو پچاس برسوں بعد 2000-1999

میں بڑھ کر 45.51 ملین ہوگیا وہیں مڈل درجات میں پڑھنے والی لڑکیوں کی تعداد 51-1950 میں 0.53 ملین سے بڑھ کر 2000-1999 میں 16.98 ہوگیا۔یہی نہیں ثانوی واعلا ثانوی جماعتوں میں لڑکیوں کی تعداد ان پچاس برسوں میں 0.2 ملین سے بڑھ کر 11 ملین ہوگیا ہے۔ چنانچہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ باوجود مختلف طرح اور متعدد سطحوں کی دشواریوں (Multi stages problemes) کے باوجود لڑکیوں کی تعلیم میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے اور یہ اضافہ 2011 کی مردم شماری سے بھی عیاں ہے۔2011 کے مردم شماری کے مطابق لڑکیوں کی شرح خواندگی مجموعی شرح خواندگی 74.04 کے مقابلے میں 65.46 ہے۔لڑکیوں کی شرح خواندگی میں خاطر خواہ اضافہ تو ہوا ہے لیکن وہ اب بھی لڑکوں کے شرح خواندگی تقریبا 80 فیصد کے مقابلے میں کم ہے جبکہ آبادی تقریبا برابر۔اس کمی کے بہت سے اسباب مثلا لڑکیوں کے مقابلے میں لڑکوں کی پرورش و پرداخت اور تعلیم پر زیادہ توجہ کا سماجی رجحان، Male Child کی خواہش، صنفی تعصب اور جنسی استحصال کے علاوہ (بال وواہ) یعنی چھوٹی عمر میں بچیوں کی شادی ہے۔ان سب وجوہات سے لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں میں ترک تعلیم کا رجحان گو کہ پہلے سے کم ہوا ہے لیکن اب بھی لڑکیوں کے حصول تعلیم میں اور مساوی مواقع میں ایک اہم رخنہ (hurdle) ہے۔ 2000-2001 کی سالانہ رپورٹ MHRD Govt. of India یہ ظاہر کرتی ہے کہ بچوں کے مقابلے میں لڑکیوں کا اسکول میں قیام کا تناسب اب بھی بہت تشویش ناک ہے۔یعنی درجہ اول میں داخل ہونے والے ہر سو لڑکیوں میں سے پانچویں کلاس کے آخر تک صرف ساٹھ بچیاں پہنچتی ہیں۔آٹھویں کلاس تک یہ تعداد 45 رہ جاتی ہے اور ثانوی تعلیم کی تکمیل 32 بچیاں کر پاتی ہیں۔ چنانچہ ترک تعلیم کا رجحان بچیوں میں اب بھی بہت زیادہ ہے اور باوجود کوشش کے اس صدی کی دوسری دہائی میں بھی لڑکیوں کی ترک تعلیم کا رجحان کم تو ہوا ہے لیکن لڑکوں کے مقابلے اب بھی زیادہ ہے بالخصوص دیہی علاقوں میں۔اس کے علاوہ دور افتادہ خطوں ،درج فہرست ذات، درج فہرست قبائل اور اقلیت بالخصوص مسلم اقلیت کی لڑکیوں میں ترک تعلیم کی شرح مجموعی ترک تعلیم کے تناسب کے لحاظ سے منفی صورت حال کا شکار ہے۔

2.4.2- گھریلو اموراور ذمہ داریاں

عزیز طلبا! آپ یہ جان چکے ہیں کہ لڑکیوں کی ترک تعلیم کی کئی وجوہات ہیں جن میں سب سے بڑی وجہ گھریلو ذمہ داریاں ہیں۔صنفی تعصب جو گھر سے شروع ہوتی ہے اسکول میں پہنچتی ہے اور واپس اسکول سے معاشرے میں پھیل جاتی ہے۔اسکول اور معاشرے میں برتے جانے والے صنفی تعصب والدین اور خاندان کے ذریعہ برتے گئے تعصب کی توسیعی شکل ہے۔صنفی تعصب کا شکار زیادہ تر ناخواندہ لڑکیاں اور عورتیں ہوتی ہیں اور یہ ان کے عمر کے لحاظ سے تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔دیہی علاقوں میں گھر کی صفائی، پانی کا انتظام، مویشیوں کے لئے چارے کا انتظام، ان کی دیکھ بھال، باورچی خانے میں اپنے سے بڑی عورتوں کی مدد، والدین کی خدمت، گھر کے بڑے بزرگوں کی دیکھ بھال اور اپنے سے چھوٹے بھائی بہنوں کی پرورش و پرداخت میں فعال کردار لڑکیاں ہی نبھاتی ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ والدین اور سرپرست لڑکیوں کے ذرا بڑے ہونے یا سن بلوغ تک پہنچنے سے پہلے ہی ترک تعلیم پر مجبور کردیتے ہیں اور بعض علاقوں میں تو بچپن کی شادی (بال وواہ) کا معیوب رسم بھی جاری ہے۔ظاہر ہے شادی کے بعد نوعمر لڑکیاں گھریلو ذمہ داریاں اپنے سر پر لیتی ہیں اور انہیں متعدد طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔انہیں ایذارسانی (ٹارچر) یا سب سے بڑا رول گھر کی سربراہ یا عمر دراز عورتوں کا ہی ہوتا ہے جو بدقسمتی سے اس کو اپنا پیدائشی حق سمجھتی ہیں کہ بہو کو تکلیف پہنچانا ان کے شایان شان ہے۔

یہ جانتے ہوئے کہ لڑکیوں اور عورتوں کے بغیر یہ کائنات بے رنگ ہے اور کوئی گھریلو امور خواہ وہ پرورش و پرداخت سے متعلق ہو، امور خانہ داری ہو یا معاشی پس منظر کا کام ہو عورتوں کی سرگرمی اور مدد کے بغیر احسن طریقے سے انجام نہیں دی جاسکتی پھر بھی ہمارا سماج ان کی خاطر خواہ عزت و توقیر نہیں کرتا۔آپ پڑھ چکے ہیں کہ صنفی اعتبار سے عمر بڑھنے کے ساتھ عورتوں کی ذمہ داریاں تبدیل ہوتی رہتی ہیں یعنی بیٹی کی حیثیت سے، بہن کی حیثیت سے، ماں کی حیثیت سے اور ساس کی حیثیت سے۔اس کے علاوہ ہندوستانی سماج میں اس کی حیثیت پھوپھی، چاچی، خالہ، باجی، بھابھی، بہو، بیٹی، دادی، نانی وغیرہ کی بھی ہوتی

ہے۔تعلیمی اداروں میں اس کی ذمہ داریاں گھریلو امور سے قدرے مختلف ہوتی ہیں۔ وہاں صفائی والی، مڈ ڈے میل تیار کرنے والی، آیا، ٹیچر اور ہیڈ مسٹریس کی ذمہ داریاں عورتیں سنبھالتی ہیں۔ آج کے معاشی بحران میں اور مہنگائی کے زمانے میں بیشتر شہری علاقوں اور بعض دیہی علاقوں میں بھی خاندان کی معاشی کفالت میں بھی عورتیں اپنی ذمہ داری نبھاتی ہیں۔ گویا کیچن سے کھیت کھلیان اور اسکول سے دفاتر تک عورتوں کی کثیر رخی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ اگر وہ اپنی ذمہ داریوں میں کوتاہی برتیں تو خاندان کا سماجی و معاشی توازن بگڑ سکتا ہے۔ گویا معاشی، معاشرتی سطح پر سماجی و ملکی ترقی کے لئے ان کا خواندہ ہونا، تعلیم یافتہ ہونا اور باشعور ہونا نہایت ضروری ہے تاکہ زندگی کی ترقی کی گاڑی اپنے دونوں پہیوں کے Equal balalnce کے ذریعہ تیز رفتاری سے سفر طے کر سکے۔

اپنی معلومات کی جانچ:

(1) لڑکیوں کے ترک تعلیم کے عام وجوہات بیان کیجئے؟

(2) ہمارے معاشرے میں لڑکیوں کون سی گھریلو ذمہ داریاں تفویض کی جاتی ہیں؟

2.5- لڑکیوں کی تعلیم کے تئیں سماجی رویہ

ہمارے ملک کا تعلیمی نظام اور تعلیمی ڈھانچہ چین کے بعد دوسرا سب سے بڑا تعلیمی ڈھانچہ ہے۔ آپ یہ جان چکے ہیں کہ 2011 کی مردم شماری کے مطابق لڑکیوں کی شرح خواندگی 65.46% تھی اور لڑکوں کا 80% سے زائد۔ اس اعداد و شمار اور شرح خواندگی سے لڑکیوں کی تعلیم کے تئیں ہمارا سماجی رویے کا پتہ چلتا ہے۔ حالاں کہ آزادی کے بعد ملک کی شرح خواندگی اور تعلیمی لیاقت میں بہت تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ آزادی کے وقت طلبا کی کل تعداد تقریباً 18 ملین تھی جس میں لڑکیوں کا تناسب صرف 23.4% تھا اور وہ بھی زیادہ تر شہری علاقوں میں۔ 23% سے 65% تک کا تعلیمی سفر لڑکیوں کے لئے نہایت چیلنج بھرا اور صبر آزما رہا ہے۔ بلا شک و شبہ موجودہ دور میں زندگی کے ہر شعبے میں لڑکیاں، عورتیں نمایاں کارنامے انجام دے رہی ہیں لیکن ان کا تعلیمی ترقی بہت ہی جدوجہد سے بھرے ہوئے منزلوں کے بعد ہوئی ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم کے تئیں ہمارا سماجی رویہ مساویانہ نہیں رہا ہے بلکہ بہت حد تک متعصب ہے۔ CABE 2010 کی رپورٹ میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے۔

"It is well recognised that gender differences in educational participation have their roots an basic gender disadvantases in inheritance and other laws and persisting discriminatoty social attitudes." (Report of the Central Advisory Board of Education. (CABE) volume-1 page.20)

بچیوں کے پیدا ہونے پر وہ خوشی نہیں منائی جاتی جو بچوں کے پیدا ہونے پر منائی جاتی ہے بلکہ بعض علاقوں میں اور بعض سماجی طبقوں میں لڑکی کی پیدائش آج بھی منحوس خیال کیا جاتا ہے۔ پیدائش سے لے کر ان کی پرورش و پرداخت اور تعلیم و تربیت تک ہمارا سماج متعصّبانہ رویّہ رکھتا ہے۔ حالانکہ اس رویے میں مثبت تبدیلی آئی ہے اور شہروں، قصبوں اور پڑھے لکھے خاندانوں میں بہت حد تک لڑکیوں کے تئیں تنگ نظری اور تعصب میں کمی آئی ہے۔ یہ کمی تعلیم کی ہمہ گیری اور معاشرے میں مثبت سوچ کا نتیجہ ہے۔ تاہم ایک سو تیس کروڑ کی آبادی میں لڑکیوں کی تعلیمی ترقی اور مساویانہ رویہ رکھنے والے والدین، سرپرست اور خاندانوں کی تعداد نصف سے بھی کم ہے۔ گویا سماجی طور پر تعلیمی استحکام اور لڑکیوں کے تئیں مثبت سوچ میں اس وقت تک خاطر خواہ تبدیلی رونما نہیں ہو سکتی جب تک ہمارے معاشرے کے بیشتر افراد اور کنبے لڑکیوں کے تعلیم کے تئیں غیر متعصب نہ ہو جائیں۔

لڑکیوں کی تعلیم کے تئیں ہمارا سماجی رویّہ مخلصانہ نہیں بلکہ تنگ نظر ہے۔ ہندوستان جہاں خاندان کا نظریہ (پروش پردھان) ہے وہاں لڑکیون کی تعلیم کے تئیں تنگ نظری زیادہ معیوب نہیں۔ اسکول کی عمر سے والدین لڑکیوں کے تحفظ کے تئیں فکرمند ہوتے ہیں اور اسکول، گھر، باہر ہر جگہ اس کے لئے غیر محفوظ تصور کرتے ہیں۔ انہیں ہر وقت کسی انہونی اور سانحے کا خدشہ ہوتا ہے جب کہ لڑکوں کے تئیں یہ خدشات نہیں پائے جاتے۔ ان حالات کی وجہ سے بچیوں کی تعلیم کے تئیں ہمارے سماج میں تنگ نظری و تعصب پایا جاتا ہے۔ کچھ ماں باپ وراثتی تحفظ کے لحاظ سے لڑکیوں کو لڑکوں کے برابر تصور نہیں کرتے۔ ان کا ماننا ہے کہ

خاندان کا نام لڑکوں سے روشن ہوگا لڑکیوں سے نہیں۔ کیوں کہ لڑکی پڑھ لکھ کر اپنے دوسرے گھر یعنی سسرال چلی جائے گی۔ چنانچہ اس کی تعلیم پر کیوں خرچ کیا جائے؟۔ ایک اور سماجی تنگ نظری اور نا مناسب رویہ یہ ہے کہ تعلیم یافتہ لڑکیوں کے لئے اسی قدر تعلیم یافتہ لڑکے کی ضرورت ہوگی اور جہیز کی لعنت کی وجہ سے اس پر صرفہ زیادہ آئے گا۔ چنانچہ اس کی وجہ سے لڑکیاں اعلا تعلیم حاصل کرنے سے قاصر (ونچت) رہ جاتی ہیں۔ والدین یہ بھی تصور کرتے ہیں کہ لڑکی پڑھ لکھ کر اگر کوئی معاشی افادیت کا کام کرے گی تو اس سے خاطر خواہ فائدہ اس کے سسرال والوں کو پہنچے گا۔ گویا جو والدین تعلیم کو اقتصادی لحاظ سے نفع نقصان کے ترازو پر تولتے ہیں وہ لڑکیوں کی تعلیم پر لڑکوں کی تعلیم کو ترجیح دیتے ہیں۔

لڑکیوں کی تعلیم میں سماجی رویے میں مذکورہ حالات کے علاوہ ذات، پات، چھوا چھوت اور مذہبی تعصب بھی حائل ہے۔ بالخصوص ہندوستان کی سب سے بڑی اقلیت اور دوسری بڑی اکثریت مسلم کمیونٹی میں لڑکیوں کی تعلیم کے تئیں دوسرے مذاہب کے مقابلے میں زیادہ تنگ نظری پائی جاتی ہے۔ جب کہ ان کی مذہبی کتاب قرآن مجید میں جو پہلی آیت نازل ہوئی اس کی ابتدا ہی پڑھنے پر زور دینے سے ہوتی ہے۔ "اقراء باسم ربك الذی خلق" (پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے تمہیں پیدا کیا) اس کے علاوہ متعدد جگہ قرآن میں علم حاصل کرنے، ماحول سے سیکھنے اور قدرتی اشیا، نباتات و جمادات کو جاننے اور تحقیق کرنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ حدیث میں کئی جگہ پڑھنے، لکھنے، سیکھنے کی اہمیت بتائی گئی ہے۔ "طلب العلم فریضة علی کل مسلم" (ہر مسلمان مرد و عورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے)۔ "اطلب العلم ولو کان بالصین" (علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے)۔ مذکورہ آیات اور احادیث سے علم حاصل کرنے کی اہمیت اجاگر ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کی فرضیت اور افضلیت کا پتہ بھی چلتا ہے کہ ہر حال میں علم حاصل کرنا چاہئے خواہ مشکلات کا سامنا ہی کیوں نہ کرنا پڑے پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے۔

مسلم بچیوں میں شرح خواندگی کی کمی کی ایک سب سے بڑی وجہ پردہ سسٹم بھی ہے۔ سرکاری طور پر اور سماجی اعتبار سے مناسب تعداد میں خالص لڑکیوں کے لئے اسکول کا نہ ہونا یا کم ہونا، دور ہونا بھی لڑکیوں کی تعلیم پر منفی اثر ڈالتا ہے۔ اگر ہم سماجی طور پر تعلیمی بیداری کا ثبوت دیں اور اپنے اپنے علاقوں میں لڑکیوں کے اسکول کی تعمیر کے لئے سرکاری، نیم سرکاری وغیر سرکاری سبھی سطحوں پر جدوجہد کریں تو بہت حد تک اس مسئلے پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ ہمارے ملک کا سماجی تانا بانا ذات بیرادری پر تشکیل پاتا ہے۔ چنانچہ نچلی ذاتوں، دلت اور پسماندہ طبقات کی بچیوں کے لئے تعلیم کا حصول اور بھی مشکل ہوتا ہے۔ اس کے لئے ہمارے سماج کو آئین کے ذریعہ دی ہوئی سیکولر نظریات اور سماجی انصاف پر کاربند ہونا ہوگا۔

اپنی معلومات کی جانچ:

(1) لڑکیوں کی تعلیم کے تئیں سماج کے رویوں پر بحث کیجئے؟

2.6- اسکول میں صنفی مدعے

عزیز طلبا! ثانوی تعلیم کو ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم کے بیچ کی مضبوط کڑی کہا جاتا ہے۔ عمومی طور پر صنفی یا جنسیت سے متعلق مسائل اور مدعے ثانوی تعلیم کی سطح پر عیاں ہوتے ہیں لیکن ایسا نہیں کہ ابتدائی درجات میں یہ مدعے اور مسائل نہیں ہوتے۔ ہاں مگر ایسے واقعات کی تعداد کم ہوتی ہے۔ ثانوی سطح پر طلبا کی عمر سن بلوغ (Adolescenc Stage) کو پہنچنے لگتی ہے اور دیگر مسائل کے علاوہ جنسی مسائل یا صنفی مسائل میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔ اسکول کے نظام الاوقات کے مطابق تعلیمی سرگرمی، مناجات، دعا (Prayer) (Morning Assembly) سے شروع ہوتی ہے اور چھٹی ہونے تک تدریسی و غیر تدریسی سرگرمیاں جاری رہتی ہیں۔ ان اوقات میں مختلف طرح کے مسائل سامنے آتے ہیں مثلاً بعض درجات میں بچوں کو آگے اور بچیوں کو پیچھے بیٹھایا جاتا ہے اور بعض میں انہیں الگ الگ لائنوں میں۔ دونوں طرح سے بچیوں میں ذہنی کوفت پیدا ہوتی ہے۔ کمرہ جماعت میں سبھی طلبا لڑکا ہو یا لڑکی اپنی من پسند جگہ پر بیٹھنا چاہتے ہیں۔ اگر انہیں جبراً کسی اور طریقے سے بیٹھنے پر مجبور کیا جائے تو ان کا ذہنی میلان متاثر ہوتا ہے اور اس کا منفی اثر آموزش و اکتساب پر پڑتا ہے۔ عام طور سے لڑکیاں پرسکون

جب کہ لڑکے شرارتی ہوتے ہیں۔اس کے باوجود اگر اساتذہ کا رویہ لڑکیوں کے تئیں مخلصانہ نہ ہو تو انہیں ذہنی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔عام مشاہدے میں آیا ہے کہ لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیاں زیادہ باشعور اور ذہین ہوتی ہیں اور جب ان کو ٹیچر کے ذریعہ Due respect یا حوصلہ افزائی نہیں ملتی تو انہیں مایوسی ہوتی ہے۔کئی بار ثانوی سطح پر امتحانات کے وقت بھی مسائل پیدا ہوتے ہیں کیوں کہ یہاں لڑکے لڑکی کے لحاظ سے نہیں بلکہ رول نمبر کے لحاظ سے Settting Arrangement ہوتا ہے۔کچھ مسائل toilet blocks یا پیشاب خانہ ایک جگہ رہنے کی وجہ سے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ایسے حالات میں اساتذہ کو بے حد مہذب طریقے سے Present of mind سے کام لینا چاہئے تاکہ صنفی تعصب کے مسائل پیدا نہ ہوں۔اساتذہ کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ کسی بھی سطح پر اور وقت وحالات میں طلبا خواہ لڑکا ہو یا لڑکی کے جذبات واحساسات مجروح نہ ہوں۔

عزیز طلبا! تعلیمی اداروں میں عام طور سے جنسی مدعے اور مسائل پیش آتے ہیں۔ان میں جنسی اہانت وہراسانی، جنسی استحصال اور اسکول، گھر اور اس کے درمیان میں تحفظ کے مسائل ہیں۔آیئے ان مسائل کا الگ الگ سے جائزہ لیں۔

2.6.1- جنسی اہانت وہراسانی

عزیز طلبا! آپ سب ثانوی تعلیم اور اسکولی تعلیم کے دور سے گزرے ہیں اور آپ کو بخوبی احساس ہوگا کہ ان ایام میں کس طرح کے جنسی مسائل اور اہانت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔آپ پڑھ چکے ہیں کہ یہی وہ زمانہ ہے جب لڑکے لڑکیاں سن بلوغ کو پہنچتی ہیں اور ان میں طبعی وجنسی کشش ومیلان پیدا ہوتا ہے۔ان کے احساس وجذبات میں غیر معمولی تبدیلی آتی ہے۔جنسی خواہشات کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ ایک دوسرے سے قریب ترین آنا چاہتے ہیں۔ایک دوسرے سے لمبی لمبی گفتگو اور گپ شپ کے متمنی ہوتے ہیں۔یہ گفتگو اور گپ شپ کئی بار جنسی تعلقات میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔جذبات کی رو میں بہہ کر بغیر سوچے سمجھے اور اس کے نتائج کا تجزیہ کئے بغیر یہ جنسی تعلق مسائل پیدا کرتے ہیں اور کئی بار اسکول میں پیدا ہوئے یہ مسائل گھر تک چلے آتے ہیں جن کی وجہ سے ترک تعلیم کا مسئلہ کھڑا ہوجاتا ہے۔کئی بار بڑی کلاس وعمر کے بچے چھوٹے کلاس کے بچوں کے ساتھ جنسی اہانت وہراسانی کے مرتکب ہوتے ہیں۔اکثر وبیشتر Immature اور زور زبردستی کے ذریعہ بھی جنسی اہانت اور اس کے بعد دھمکی کے ذریعہ ہراسانی پیدا کی جاتی ہے۔ایسی ہراسانیاں Unwanted Sex اور Oral Sex کے طور پر سامنے آتی ہیں۔ایسے حالات کے بعد بعض بچے ذہنی طور پر شدید پریشانی کا شکار ہوجاتے ہیں اور کئی بار خودکشی کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔سن بلوغ کے وقت عام طور پر بچوں کے اندرونی حصوں یا خفیہ اعضا میں کھجلی اور درد ہوتا ہے۔احتلام کی وجہ سے انفکشن کا خطرہ پیدا ہوتا ہے۔بچیوں کے مخصوص ایام یا ماہواری کے ایام میں bleeding ہوتی ہے جس کی وجہ سے ایک طرح سے وہ ہراسانی وخوف محسوس کرتی ہیں جس سے ان میں برتاوی تبدیلی آتی ہے اور کئی بار وہ Aggressive Mood اور ہیجان میں مبتلا ہوجاتی ہیں۔ایسے حالات میں اساتذہ کو نہایت صبر وتحمل اور شفقت سے پیش آنا چاہئے۔بعض دفعہ اساتذہ ہی ان کے مسائل میں اضافہ کرتے ہیں اور کبھی کبھی جنسی ہراسانی میں منفی کردار ادا کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ NPE-1986 میں خصوصی طور پر ثانوی تعلیم کی سطح پر Lady Teacher کی تقرری پر زور دیا گیا ہے تاکہ اس نہج اور عمر کے صنفی مسائل کو پرخلوص طریقے سے کم از کم کیا جاسکے اور لڑکیاں اپنے آپ کو غیر مانوس اور غیر محفوظ محسوس نہ کریں۔

2.6.2- جنسی مسائل

اسکول کیمپس میں کئی بار جنسی زیادتی اور استحصال کے واقعات رونما ہوتے ہیں۔کئی بار بالغ بچے نابالغ بچوں کے جنسی استحصال اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے کرتے ہیں ایسے واقعات میں جنسی اتصال Oral sex بوس وکنار وغیرہ کے ذریعہ جنسی استحصال کیا جاتا ہے۔ترسیل کے نئے ذرائع اور ٹیکنالوجی نے مختلف طرح کے جنسی استحصال کے دوسرے ذرائع ڈھونڈنے میں مدد کی ہے مثلاً خفیہ کیمرے کے ذریعے Wash Room یا باتھ روم میں ویڈیو ز ریکارڈنگ یا تصویر کشی کرکے مختلف طرح کے جنسی استحصال کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔دھمکی دی جاتی ہے کہ ان تصاویر اور ویڈیو کو عام کردیا جائے

گا اگران کی بے جا خواہشات کو پورا نہ کیا گیا۔ایسے واقعات Senior Classmates کے علاوہ غیر تدریسی عملہ اور چہارم درجے کے عملہ کی جانب سے کی جاتی ہے۔حالاں کہ اس کے لئے قوانین وضع کئے گئے ہیں اور سزائیں مختص کی گئی ہیں۔کئی بار جنسی استحصال کی وجہ سے بچیاں Depression میں چلی جاتی ہیں اور عزت کی خوف سے خودکشی کرنے پرآمادہ ہوجاتی ہیں۔کئی بار طویل نفسیاتی بیماری کی شکار ہوجاتی ہیں۔جنسی ہراسانی اور استحصال کے واقعات صرف اسکول کیمپس میں نہیں بلکہ گھر سے اسکول تک کے راستے حتیٰ کہ School Transport میں بھی اس طرح کی شکایتیں موصول ہوتی ہیں۔جنسی استحصال اور ہراسانی کی وجہ سے Academic Loss کے ساتھ ساتھ گھریلو الجھنیں بھی پیدا ہوتی ہیں اور والدین وسرپرست ان الجھنوں کا شکار ہوتے ہیں۔کبھی کبھی اواقعات کی وجہ سے معاشرے کے دوگروپوں میں خانہ جنگی کی صورت حال پیدا ہوجاتی ہے اور کئی جانیں تلف ہوجاتی ہیں۔جانوں کے تلف ہونے کے ساتھ ساتھ برسہابرس دشمنی ومقدمے بازی چلتی ہے۔حالاں کہ جنسی ہراسانی کے روک تھام کے لئے تعلیمی اداروں بالخصوص اسکولوں میں کئی طرح کی ہدایات اور Code of Conduct بنائے گئے ہیں جن سے ان واقعات میں کمی تو آئی ہے لیکن اس کا سدباب نہیں ہوسکا ہے۔اس نامہذب اور منفی رویے کو ختم کرنے کے لئے معاشرے اور اسکول دونوں میں اخلاقی تعلیم، اقداری تعلیم اور شعور بیداری کی اشد ضرورت ہے۔

2.6.3- اسکول، گھر اور باہری تحفظ کے تصورات

بچوں کی حفاظت، ان کی ذہنی، جسمانی اور ان میں اعلیٰ قدروں کی افزائش کا بہترین اور سب سے اعلیٰ ذریعہ اسکول کو تسلیم کیا جاتا ہے۔اسکول ایک ایسا سماجی نظام اور اکائی ہے جس میں سب سے زیادہ بچوں کی شمولیت ممکن ہوتی ہے۔یہاں بچے اقدار کی تعلیم تو پاتے ہی ہیں ان میں کئی طرح کا شعور بیدار ہوتا ہے۔مثلاً معلومات، تربیت، تہذیب وتمدن، بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر شفقت، ملکی وبین الاقوامی بھائی چارہ وغیرہ وغیرہ۔چنانچہ بچوں کے نزدیک ترین روزانہ گھنٹوں ربط میں رہنے والی جو شخصیت ہوتی ہے وہ اساتذہ کی ہوتی ہے اس لئے عام طور پر تعلیم وتدریس کے ساتھ ساتھ بچوں کی حفاظت کے فرائض بھی اساتذہ انجام دیتے ہیں۔اس لئے اساتذہ کو چاہئے کے وہ خصوصی طور پر بچوں کی نگہداشت کریں۔بچوں کی ہراسانی وجنسی استحصال کے خلاف بنائے گئے قوانین وہدایات کی پاسداری کرائیں اور طلبا میں اس کا شعور پیدا کریں۔لڑکیوں کو Self defence کی تربیت دیں۔بے جا طور پر نامناسب اور غیر معروف لوگوں کے بہکاوے میں نہ آنے کی تربیت دیں۔اسکولوں میں Child Safety Programme کا انعقاد کروائیں۔اقدار پر مبنی اور شخصیت سازی سے متعلق رول پلے، ڈراما اور تمثیلی پروگرام کرائیں تاکہ بچے ہراسانی سے بچیں اور اپنی حفاظت کے تئیں بیدار اور ذمے دار بنیں۔بچیوں کی حفاظت اسکول سے گھر تک کے لئے نہایت ذمے داری کا ہوتا ہے۔چنانچہ شہروں اور قصبوں میں اور بڑے بڑے اسکولوں میں اس کے لئے الگ سے ملازم اور اہل کار تعینات کئے جاتے ہیں۔سرکاری طور پر کئی طرح کے Encouragement پروگرام مثلاً دہلی اور گجرات سرکار وکے ذریعہ بارہویں درجے تک کی لڑکیوں کو اسکول تک Free transportation کی سہولت فراہم کی گئی ہے۔CABE- 2010 نے اپنی رپورٹ میں اس طرح کے اقدامات کی تعریف کرتے ہوئے حکومت کرناٹک کے بہت ہی مستحسن قدم کی طرف اشارہ کیا ہے۔ "Karnatka has evolved an innovative non-monetary strategy-provision of escorts for girls from homes to schools and back,while education department some of the incentives some are supported and managed by social walfare department."(ReportoftheCentral Advisory Board of Education-volume-1-2010-page-27)

بچیوں کی محافظت کی اعتبار سے ان کے والدین کا اولین مقام ہے کیوں کہ وہ اپنے بالغ ہوتے ہوئے بچوں کا بہت نزدیکی سے مشاہدہ کرتے ہیں اور ہر وہ اقدامات کرتے ہیں جن سے ان کی حفاظت مقصود ہو۔انہیں اپنی حفاظت آپ کرنے کا حوصلہ دلاتے ہیں ۔ یہ حوصلہ اور ہمت ان بچوں کو گھر سے اسکول تک اور اسکول سے گھر تک پہنچنے میں مدد کرتا ہے اور ان میں خود اعتمادی پیدا کرتا ہے ۔ والدین کو چاہئے کہ سن بلوغ کی الجھنوں سے متعلق وقتاً فوقتاً اپنے بچوں کو آگاہ کرتے رہیں اور ان کے ذریعہ کئے گئے سوالات کا مناسب جواب دیں۔انہیں حوصلہ دیں کہ وہ اس عمر میں آنے والی پریشانیوں اور دشواریوں کا کس طرح مقابلہ کر سکتے ہیں ۔ بدقسمتی سے کوئی سانحہ یا حادثہ پیش بھی آجائے تو اسے بے کم وکاست اپنے والدین سے بتائیں اور ان کی مدد لیں ۔ والدین کو چاہئے کہ وقت نکال کر بچوں کے مختلف مسائل کے متعلق دریافت کریں ۔کسی بھی انجانے شخص سے تعلق پیدا کرنے سے منع کریں ۔ والدین اور سرپرستوں کو چاہئے کہ جنسی اور جسمانی ہراسانی واستحصال کے متعلق حقائق سے آگاہ کریں اور انہیں معلومات بہم پہنچائیں ۔ باہر جانے یا باہر سے آنے ،اسکول جانے اور وقت سے آنے کے سبھی وقتوں کا خیال رکھیں اور نگرانی کریں ۔لیکن یہ نگرانی شک وشبہ سے بالاتر ہو۔ بری عادتوں والے اشخاص اور دوستوں سے ملنے سے پرہیز کرنے کی ترغیب دیں۔

بچوں کی حفاظت اور جسمانی استحصال و ہراسانی سے محفوظ رکھنے کی ذمہ داری اسکول اور والدین کے علاوہ کمیونٹی کی بھی ہے ۔ ہمارا سماج ، معاشرہ یا مقامی کمیونٹی بچوں کی نشو ونما میں اہم رول ادا کرتا ہے ۔ کمیونٹی کے بڑے لوگ ، افراد وممبران جس طرح کا برتاؤ اور ماحول پیدا کرتے ہیں بچوں خصوصاً Adolescensc پر اسی طرح کا اثر مرتسم ہوتا ہے ۔ چنانچہ کمیونٹی کے لوگوں کو بچوں کے حقوق (Child Right)، جنسی استحصال کے متعلق قوانین اور بچوں کے تحفظ سے متعلق جانکاری رکھنی چاہئے ۔ اپنے پڑوسیوں اور رشتہ داروں سے بچوں کے استحصال کے خلاف اور ان کی حفاظت کے تئیں رائے مشورے کرنے چاہئے ۔ اگر کوئی بچہ جنسی استحصال کا شکار ہو جائے تو اس صدمے سے ابھارنے کے لئے مدد کرنی چاہئے ، ان ضابطہ اخلاق اور حفاظتی ہدایات کو عام کرنا چاہئے جس سے بچوں کی حفاظت گھر سے اسکول تک ممکن ہو سکے اور اگر ممکن ہو تو کمیونٹی میں اپنے وسائل کو استعمال کرتے ہوئے بچوں کی حفاظت اور جنسی استحصال کے خلاف چھوٹی بڑی تنظیمیں بھی بنانی چاہئے ۔ مذکورہ اقدامات کے ذریعہ اسکول سے گھر اور گھر کے آس پاس کے ماحول کو بہتر بنانے میں اور جنسی ہراسانی اور استحصال جیسی خامیوں پر قابو پانے میں مدد ملے گی۔

اپنی معلومات کی جانچ:

(1) بچوں کو تحفظ فراہم کرنا کیوں ضروری ہے؟

(2) جنسی ہراسانی کے واقعات کی روک تھام کس طرح کی جا سکتی ہے؟

2.7- خواتین کی بہبود کے لئے تعلیم بالغان اور غیر رسمی تعلیم

عزیز طلبا! ہم جانتے ہیں کہ حصول تعلیم کے کئی طریقے اور ذرائع ہیں ۔ ان میں رسمی تعلیم ، نیم رسمی تعلیم اور غیر رسمی تعلیم خاص ہیں ۔ لیکن یہ تعلیمی طریقے اور نظام نئی نسلوں کے لئے خصوصی طور پر ان کی عمر ، لیاقت ضرورت اور وقت کے لحاظ سے ہیں ۔ ان تعلیمی طریقوں کے علاوہ بھی تعلیم بالغان یعنی Adult Education اور تاحیات تعلیمی سلسلہ Life long Education ان افراد وخواتین کے لئے خصوصی طور پر منظّم کئے گئے ہیں جس سے وہ اپنی لائف اسٹائل ، شعور اور شخصیت کو بہتر بناتے ہوئے اپنی زندگی کے مقاصد کو مثبت انداز میں حاصل کریں ۔ عام طور سے رسمی تعلیم حاصل کئے بغیر عملی زندگی میں قدم رکھنے والے نوجوانوں کے لئے تعلیم بالغان کا انتظام کیا جاتا ہے جس میں خواندگی کے علاوہ سماجی تعلیم ، بہتر زندگی کا فلسفہ ، امداد باہمی اور ہمدردی واخلاص سے متعلق اسباق کے ساتھ ساتھ سماجی معاشی وجمہوری اقدار کی تعلیم بھی دی جاتی ہے ۔ موجودہ دور میں خواندگی کے ساتھ ساتھ تکنیکی خواندگی ، اطلاعاتی خواندگی اور شہری علوم سے متعلق خواندگی کا انتظام بھی تعلیم بالغان کے لئے کیا جاتا ہے تا کہ وہ اپنی عملی وشہری زندگی بہتر طریقے سے گزار سکیں۔

آزادی سے قبل برطانوی عہد حکومت میں جدید تعلیمی نظام کا سب سے اہم کارنامہ عورتوں کی تعلم کا فروغ تھا ۔ آپ جان چکے ہیں کہ حصول آزادی

کے بعد لڑکیوں اور عورتوں کی خواندگی کی شرح نہایت کم تھی اور بڑی عمر والی عورتوں کی خواندگی کی شرح تشویشناک حد تک کم تھی۔ لیکن سیکنڈری ایجوکیشن کمیشن (53-1952) جسے عرف عام میں مدالیار کمیشن کہتے ہیں سے لے کر کوٹھاری کمیشن (66-1964) نیشنل پالیسی آن ایجوکیشن (1968) نیشنل پالیسی آن ایجوکیشن (1986)، پروگرام آف ایکشن (92-1991)، SSA اور RMSA سبھی میں لڑکیوں کی اور عورتوں کی تعلیم کے متعلق خصوصی مہم کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ اقدامات وتجاویز پیش کی گئی ہیں جن سے ان کی شرح خواندگی میں خاطر خواہ ضافہ ہو۔ 1958 میں حکومت ہند نے شری متی درگا بائی دیش مکھ کی صدارت میں عورتوں کی تعلیم کے لئے ایک نیشنل کمیٹی قائم کیا۔ اس کمیٹی سے ان مشکلات کا جائزہ لینے کی درخواست کی گئی جس سے لڑکیوں کی تعلیمی ترقی میں روکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم کو کم از کم ابتدائی وثانوی منزل تک لڑکوں کے برابر کرنے کے طریقے تجویز کرنے کو کہا گیا۔ 18 سے 35 سال تک کی بالغ عورتوں کے لئے سنٹرل سوشل ویلفئر بورڈ نے پہلی بار منظم طریقے سے تعلیمی سلسلہ شروع کیا تھا۔ تاریخ تعلیم ہند کے مطابق "سنٹرل سوشل ویلفئر بورڈ نے بالغ عورتوں کے لئے مختصر کورسز (کنڈنسڈ) کی ایک بہت دلچسپ اسکیم شروع کی ہے۔ اس اسکیم کے تحت 18 سے 35 سال تک کی بالغ عورتوں کو جنھوں نے اپنی تعلیم کا سلسلہ شروع ہی میں منقطع کر دیا تھا اور جو استانیوں، نرسوں اور مڈوائفوں کی حیثیت سے تیاری کرنا چاہتی ہیں، دو یا تین سال کی جامع تربیت دی جاتی ہے اور انہیں مڈل یا ثانوی اسکولوں کے آخری امتحان کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ یہ کورسز بہت مقبول اور کامیاب ہوئے ہیں اور توقع ہے کہ ان کے ذریعہ تعلیم کے فروغ اور ان سماجی خدمات کے لئے وہ زنانہ عملہ فراہم ہوگا جس کی ملک کو ضرورت ہے"۔ (سید نور اللہ، جے، پی، نایک- تاریخ تعلیم ہند، ص 508)

حالیہ دہائیوں میں بہت سے Non-Governmental Organisatons (NGO's) نے غیر رسمی تعلیم کے ذریعہ تربیتی پروگراموں کا سلسلہ شروع کیا ہے جن کے ذریعہ خواتین کو بااختیار بنایا جاسکتا ہے، گھریلو روزگار فراہم کیا جاسکتا ہے، گھریلو صنعتوں کے لئے قرض مہیا کرایا جاسکتا ہے اور امداد باہمی کے ذریعہ مویشی پالن، شہد کے مکھیوں کی افزائش، موم بتی، اگربتی، دیا سلائی، کاغذ و گتے کے ڈبے، ہینڈ بیگ، پرس، بچوں کے کھلونے وغیرہ وغیرہ کی پیداوار کے ذریعہ self employment کے ذرائع پیدا کیے جاسکتے ہیں۔ کئی ریاستی سرکاروں نے اپنی ریاست میں خواتین کو بااختیار بنانے کے لئے تعلیم بالغان اور غیر رسمی تعلیم کے پروگرام کو روزگار سے جوڑنے والے گھریلو صنعتوں کی تربیت سے جوڑ دیا ہے جن کے ذریعہ خواتین کی تعلیمی لیاقت تو بڑھتی ہی ہے ان کی فلاح و بہبود کا کام بھی ہوتا ہے۔ خواتین کو بااختیار بنانے کی غرض سے ان میں قومیت کی تعلیم جو انصاف، آزادی، مساوات، اخوت، جمہوریت اور ہندوستان جیسے تکثیری سماج میں بہتر زندگی گزارنے کا شعور پیدا کرتا ہے۔ ایسے پروگرام بھی مرتب کئے گئے ہیں جن کے ذریعہ خواتین میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس، خوداعتمادی، خودآگہی کا گروغ ممکن ہو اور خواتین کو سماجی ومعاشی پستی سے نکل کر بہتر شہری زندگی گزارنے میں مدد ملے۔ کئی ریاستوں کے ذریعہ خواتین کے لئے Baby care centre,Care home, خاندانی مشاورانی اور اصلاحی مراکز، نجی زندگی کے مسائل سے کے حل کے مراکز، نفسیاتی الجھنوں کے دور کرنے کے مراکز وغیرہ کھولے گئے ہیں۔ شرم شکتی اسکیم کے ذریعہ غریب خواتین کو صنعتی مہارتوں کے فروغ کی تربیت دی جاتی ہے اور پچاس ہزار روپے تک کے قرض دیئے جاتے ہیں جس پر صرف چار فیصد سالانہ سود ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس اسکیم کے تحت مسلم اور معاشی طور پر پسماندہ طبقات کے خواتین مختلف طرح کے کاروبار شروع کرسکتی ہیں۔

خواتین کے خودمختار ہونے کے رجحان میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے اور وہ اس کے لئے انفرادی واجتماعی کوششیں بھی کر رہی ہیں۔ شہری قصباتی و دیہی علاقوں میں Skill development کے بہت سے پروگرام چلائے جا رہے ہیں جن کے ذریعہ گھریلو پیداوار میں اضافہ ہو رہا ہے اور روزگار اور آمدنی کے ذرائع بڑھ رہے ہیں۔ خواتین کے ذریعہ ماحولیات تحفظ اور دیہی علاقوں کی دائمی ترقی کے لئے بہت سے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ روزگار رخی تعلیم وتربیت جو مختلف ذرائع مثلاً ٹی وی، ریڈیو اور دیگر نشریاتی ذرائع سے انہیں اس کام میں مدد مل رہی ہے۔ خصوصی طور پر دیہی علاقوں کی عورتوں کو اس سے کافی مدد مل رہی ہے کیوں کہ وہ اس کی مدد سے دو فصلوں کے درمیانی مدت میں بے کار وقت کو کام میں لا کر بااختیار ہونے کا ذریعہ پیدا کر رہی ہیں۔

اپنی معلومات کی جانچ:

(1) خواتین کی بااختیاری کے لئے نیم سرکاری تنظیموں کا کردار ہے؟

(2) خواتین کی بہبود کے لئے تعلیم بالغان پروگرام کس طرح فائدہ مند ثابت ہوا ہے؟

2.8- صنفی مساوات

قدرت نے طبعی طور پر مرد عورت کو مساوی پیدا کیا ہے۔ پیدائش کے بعد صنفی مدعے مساوات اور غیر مساوی طور طریقے کا آغاز ہوتا ہے۔ صنفی مساوات سے مراد جنسی مساوات بھی ہے خواہ وہ مرد وعورت میں ہو یا بھائی بہن میں ہو یا پھر لڑکا لڑکی میں۔ صنفی مساوات کا مسئلہ عام طور سے خاندان سے شروع ہوتا ہے۔ ہمیں چاہئے تو یہ کہ لڑکے اور لڑکی کے ساتھ ہر معاملے میں مساوی سلوک کریں اور قدرت کی قوانین کی پاسداری کے ساتھ ساتھ معاشرتی حقوق جو مساوی طور پر دونوں کو یکساں حاصل ہیں اس کا استعمال کریں خواہ وہ معاشی معاملات ہوں، معاشرتی مشورے ہوں ایک دوسرے کے حقوق اور فرائض کے متعلق مدعہ ہو یا پھر لائف پارٹنر کی ایک دوسرے کی ضروریات وخواہشات۔ عمومی طور پر مساویانہ رویے کا آغاز خاندان اور گھر سے ہوتا ہے اور سوسائٹی کی دوسری اکائیوں مثلا معاشرہ، بازار، تعلیمی ادارے اور دیگر مقامات پر دیکھا اور برتا جاتا ہے۔ صنفی مساوات کو عام کرنے میں اور اس کو فروغ دینے میں اسکول کا سب سے بڑا رول ہوتا ہے کیوں کہ یہیں آکر بچے انسانی حقوق، قدرتی قوانین اور اپنے فرائض کو سمجھنے کے لائق بنتے ہیں۔ صنفی مساوات کے فروغ میں اسکول اور اس کے ہم عناصر عوامل کے اہم عناصر اور عوامل کے ساتھ ساتھ اساتذہ، ہم جولیوں اور درسیات ونصابی کتابوں کا رول بھی اہم ہوتا ہے۔ آیئے ہم ان عناصر وعوامل کا الگ الگ مختصر اجائزہ لیں۔

2.8.1- اسکول کا رول

معاشرے کا غیر مساویانہ رویہ اسکولی ماحول میں داخل ہوتا ہے اور یہ رویہ درس وتدریس کے مختلف منہاج ومقاصد کو متاثر کرتا ہے۔ یہی نہیں اساتذہ سے اساتذہ، اساتذہ سے طلبا اور طلبا سے طلبا کے تعلقات میں بھی جانب دارانہ صنفی رویہ دیکھا جاسکتا ہے۔ صنفی غیر مساویانہ رویہ اسکول کے انفراسٹرکچر مثلا ٹیبل، کرسیاں، لائبریری، Lab, Sitting arregement اور سب سے بڑھ کر واش روم اور ٹوائلیٹ کے متعلق دیکھا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اسکول کے ناظم، صدر مدرس اور اساتذہ جب بھی طلبا سے خطاب کرتے ہیں تو لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان مساوی سلوک نہیں رکھتے۔ حالانکہ اب غیر صنفی رویے میں بہت حد تک اعتدال آیا ہے۔ اس کی ایک وجہ لیڈی ٹیچر کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ بھی ہے۔ اسکولوں میں مساویانہ رویے کے فروغ میں اور جنسی تعصب کے خاتمے کے لئے والدین وسرپرست، کمیونٹی کے رہنما، پی ٹی اے کے افراد اور دیگر غیر تدریسی عملے میں شعور بیدار کرکے اور بچیوں کی تعلیم کی اہمیت کو اجاگر کرکے بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ لڑکے اور لڑکیوں کے تئیں اقداری تعلیم کو فروغ دینے کے لئے ٹیچرس کی in servise ٹریننگ سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ لڑکیوں میں خوداعتمادی، مثبت سوچ، اپنی بات کو صحیح طریقے سے رکھنے کی صلاحیت کا فروغ اور سماج میں ان کی اہمیت کو اجاگر کرکے کیا جاسکتا ہے۔ لڑکوں میں لڑکیوں کے تئیں عزت اور احترام کے رویے کو ٹیچر کے ذریعہ developed کیا جاسکتا ہے۔ لڑکے اور لڑکیوں کو مشاورت وصلاح کاری کے ذریعہ ان اقداری پہلوؤں کی نشاندہی کی جاسکتی ہے جن سے جنسی تعصب اور بے راہ روی پر قابو پایا جاسکے۔ Wall magazine,Morning Assembly اور مختلف طرح کی ہم نصابی سرگرمیوں کے ذریعہ Gender Equity اور Gender Equality کو اجاگر کیا جاسکتا ہے۔ جنسی مساوات اور Equity پر مختلف طرح کے مذاکرے، بحث ومباحثہ، سیمنار، ورکشاپ اور اعزازات واکرامات کا اہتمام کرکے اس کی اہمیت بتائیں اور اس کے ذریعے معاشرہ کمیونٹی، اساتذہ اور طلبا میں شعور پیدا کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح سے ہمارے اسکول سماج کی ایک معتبر اور اعلی اکائی کی حیثیت سے صنفی وجنسی مساوات کے لئے بہتر کارنامے انجام دے سکتے ہیں۔

2.8.2- ہم جولیوں کا رول

جب بچے گھر سے پہلے پہل اسکول میں داخل ہوتے ہیں تو ان کا سامنا ان ہی جیسے بہت سے بچوں سے ہوتا ہے جن میں مختلف طرح کے رسم و رواج ،عادات و اطوار، تہذیب و ثقافت اور وراثتی (Tradition) پایا جاتا ہے۔ وہ ایک دوسرے کو متاثر کرنا چاہتے ہیں، دوست بنانا چاہتے ہیں، گروپ بندی کرنا چاہتے ہیں انہیں حالات میں صنفی مدعے اور صنفی مساوات کے مسائل بھی ابھر کر سامنے آتے ہیں ۔اسکولوں میں لڑکے اور لڑکیوں کے کچھ مخصوص الگ الگ مشغلے اور کھیل ہوتے ہیں جو Gender پر مبنی ہوتے ہیں۔ کئی بار وہ ایک دوسرے کے مشغلے دلچسپیوں اور کھیلوں میں شامل ہونا چاہتے ہیں لیکن بنیاد پرستی اور صحیح اقدار کے فقدان کی وجہ سے وہ ایسا کرنے سے قاصر ہوتے ہیں ۔اساتذہ کو چاہئے کہ اسکولوں میں قدامت پسندی کے خیالات کو ترک کرنے میں طلبا کی ہمت افزائی کریں۔ یہ قدامت پسندی لڑکے اور لڑکیوں کے چھوٹے بڑے بال (Hair Style)، ڈریس، دوپٹہ وغیرہ وغیرہ میں شدت سے کو دیکھا جاسکتا ہے۔اساتذہ کو ایسے پروگرام منعقد کرانے چاہئے جن میں ان قدامت پسند طور طریقے، گروپ بندی اور انفرادیت کو ترک کرنے و یکجہتی یکسانیت اور مشترکہ ثقافت کو فروغ دینے میں مدد و مددگار ہو۔اس طرح سے اسکولوں میں Peer Group کے ذریعہ صنفی مساوات کے رویے کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔

2.8.3- اساتذہ کا رول

بچوں کی تعلیم و تربیت میں اساتذہ کلیدی رول ادا کرتے ہیں۔ کسی بھی تعلیمی ادارے اور اسکول کی ساری نصابی و ہم نصابی سرگرمیاں اساتذہ کے دم قدم سے ہی قائم ہوتی ہیں ۔طلبا کے نصاب کی تکمیل، مختلف طرح کے مشغلے کی ہدایت، ہوم ورک کے لئے تفویضات، امتحانات اور اسکول کے درسی و انتظامی معاملات سب پر اساتذہ کی شخصیت کا عکس دیکھا جاسکتا ہے۔ چنانچہ صنفی مساوات کے فروغ میں بھی اساتذہ کا اہم رول ہوتا ہے۔اساتذہ نصاب اور درسی کتابوں میں صنفی مساوات کے فروغ کے لئے مختلف وسائل کو شامل کر سکتے ہیں۔اساتذہ خود بھی اس طرح کے اکیڈمک اور نان اکیڈمک سرگرمیوں کا انعقاد کر سکتے ہیں جن سے صنفی مساوات کے نظریے کو فروغ ملتا ہے۔ تربیتی اداروں میں Teacher Educator اور اسکولوں میں مدرسین کمرہ جماعت میں طلبا و طالبات کے درمیان افہام و تفہیم پیدا کر کے صنفی مساوات کو فروغ دے سکتے ہیں۔اس کے علاوہ شخصیت سازی، مذہبی اقدار اور تہذیبی اقدار کے ذریعہ جنسی تعصب پر بہت حد تک قابو پایا جاسکتا ہے۔اساتذہ کے ذریعہ مذکورہ سرگرمیوں اور امور کی انجام دہی کے علاوہ ورکشاپ، کلاس روم Organisation، سیمینار، تمثیل، نکڑ ناٹک، ڈرامے، ٹیلی فلموں اور مذاکرات کے انعقاد کے ذریعہ صنفی و جنسی مساوات کے نظریے کو فروغ دیا جاسکتا ہے

2.8.4- درسیات اور نصابی کتابوں کا رول

درسیات اور درسی کتابیں کسی بھی سطح خواہ وہ کالج ہو یا اسکول ان کے سبھی تعلیمی مقاصد کے حصول میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ درسیات و نصابی کتابوں کے بغیر کسی بھی قسم کی تعلیم کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ یہ اساتذہ اور طلبا دونوں کی رہنمائی کرتی ہیں۔ درسی کتابیں مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے تعلیمی و تحقیقی شعبوں اور اداروں سے شائع کی جاتی ہیں لیکن ایک بڑی تعداد میں انفرادی طور پر بھی مصنفین اور ماہرین کے ذریعہ بھی درسی کتابیں تیار کی جاتی ہیں۔ سرکاری اشاعتی اداروں میں تعلیمی، عوامی، تہذیبی، تاریخی، اقداری پہلوؤں کی نشاندہی سرکار کے ذریعہ نگرانی یا اس کی پالیسی کے تحت ہوتی ہے۔ جبکہ انفرادی مصنفین کے ذریعہ لکھی جانے والی درسی کتابوں میں نجی نظریات کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ خود انہیں کی ذہانت کی دین ہوتی ہے۔ گو کہ دونوں میں صنفی مساوات کے توازن کو برقرار رکھا جانا چاہئے لیکن کبھی حالات اور ضرورت کے تحت غیر مساویانہ طریقہ کار بھی اپنائے جاتے ہیں۔ چاہئے تو یہ کہ جب بھی درسی کتابیں تیار کی جائیں یا درسیات کا خاکہ تیار کیا جائے ان میں شامل اسباق، نظریات، تمثیلیں، مثالیں، مشق اور illustration غرض کہ ہر جگہ صنفی مساوات کا خیال رکھا جائے۔ درسی کتابوں میں صنفی مساوات پر رہنمائی فراہم کرتے ہوئے CABE - 2010 کی پہلی جلد میں شفارس کی گئی ہے کہ "The textbook review exercises initiated mainly under DPEP included the aspect of gender audit of content and illustrations.

However,the initiated rarely went into deeper aspects and remain primarily a mechanical exercise by removing illustrations showing women performong ony,'feminine' jobs and so on. (Report of Central Advisory Board of Education-volume-1-2010-page 29

عزیز طلبا! مندرجہ بالا حقائق کے پیش نظر درسیاتی خاکہ یا نصابی کتابوں میں صنفی مساوات یا جنسی توازن برقرار رکھنے کے لئے درسی مواد میں لڑکیوں کی حوصلہ افزائی مثلاً نچلے طبقے اور غریب خاندان کی بچیوں کو اسکولنگ میں کیا مشکلات پیش آتی ہیں اور وہ کن اعتماد اور ہمت کے ساتھ اپنی تعلیم جاری رکھتی ہیں کا تذکرہ اسباق میں، ان کے مشق میں اور تمثیل کے ذریعہ اگر اجاگر کیا جائے تو اس کا مثبت اثر دیگر بچوں کے تعلیمی اور فکری رویوں پر پڑے گا۔ درسی مواد کے علاوہ درسی کتابوں اور مضامین کے تدریسی طریقے میں جو Approaches یا طرز رسائی اور حکمت عملیاں اختیار کی جائیں ان میں بھی توازن و مساوات کا خیال رکھا جائے۔ مختلف مضامین کی تفہیم کے لئے جو زبان اختیار کی جاتی ہے اس میں بھی تذکیر و تانیث کا مثلاً کرتا ہے کے ساتھ کرتی ہے پڑھتا ہے کے ساتھ پڑھتی ہے وغیرہ کا خاص خیال رکھا جانا چاہئے اور مثال دیتے وقت، تجزیہ کرتے وقت، تفہیم کراتے وقت صنفی مساوات کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔ درسیات کے دیگر اعمال میں مثلاً آزمائش مسلسل اور جامع جانچ (CCE) کمرہ جماعت کی نصابی سرگرمیوں اور کمرہ جماعت کے باہر ہم نصابی سرگرمیوں میں بھی صنفی مساوات کے نظریوں کو سامنے رکھ کر اعتدال کا طریقہ اپنایا جانا چاہئے۔ چوں کہ درسیات کے اسباق کا تعلق سیدھے طور پر اساتذہ اور طلبا سے ہوتا ہے اس لئے درسیات اور اسباق میں شعوری طور پر صنفی اور جنسی مساوات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

2.9- خلاصہ

عزیز طلبا آپ نے اکائی" جنس اور اسکول" کے تحت تفصیلی معلومات حاصل کی جس میں جنسیت کا تصور اسکول کا ماحول، اسکول میں داخلے کے مسائل اور امکانات، ترک تعلیم کی وجوہات اور لڑکیوں کے گھریلو امور اور ذمہ داریوں کے متعلق جانکاری حاصل کی۔ آپ نے معلومات حاصل کیا کہ آزادی کے وقت لڑکیوں کی تعلیمی استعداد اور خواندگی کی شرح کیا تھی؟ سیکنڈری ایجوکیشن کمیشن، کوٹھاری کمیشن اور نیشنل پالیسی آن ایجوکیشن کے تحت لڑکیوں کی تعلیمی تناسب کو بڑھانے کے لئے کون کون سے اقدامات کئے گئے۔ لڑکیوں کی تعلیم میں حائل روکاوٹوں کا آپ نے جائزہ لیا جس کے تحت یہ بھی معلوم کیا کہ ان کی تعلیم میں پچھڑے پن کا سبب قدیم مذہبی اور سماجی رواج، پردہ سسٹم، قدامت پرستی اور کچھ حد تک معاشی پہلو میں غربت بھی شامل ہے۔ شہری اور دیہی علاقوں میں بچیوں کی تعلیمی صورت حال قدرے الگ الگ ہے۔ شہروں میں دستیاب سہولتوں کی وجہ سے ان کے dropout شرح میں سدھار آیا ہے جب کہ دیہی علاقوں میں اس سدھار کی رفتار بہت سست ہے۔ اسکولی ماحول میں ابتدائی وثانوی دونوں تعلیم کی سطح پر لڑکیوں کی کم تعداد ہونے کی بہت ساری وجوہات ہیں جس میں ایک خاص وجہ صنفی تعصب بھی ہے۔ گو کہ بہت سے آئینی اقدامات و ہدایات کے بعد اس میں کچھ سدھار آیا ہے۔ بچیوں کے لئے مختص الگ اسکول کی تعداد کی کمی اور Co-ed میں بچیوں کی تعلیمی سہولتوں کے فقدان نے اس مسئلے کو اور بھی گمبھیر بنا دیا ہے۔ پسماندہ طبقات، دلت، درج فہرست ذات، درج فہرست قبائل، اقلیتی طبقات اور دور دراز کے علاقوں کی بچیوں کی تعلیمی مشکلات اور سہولتوں کے متعلق بھی آپ نے مطالعہ کیا ہے۔ وہ کون کون سی صنفی امتیازات ہیں جن کی وجہ سے بچیاں صنفی تعصب کا شکار ہوتی ہیں۔ ہندوستان جیسے پروش پردھان خاندانی معاشرے میں عورتوں کا مقام اب کچھ حد تک سدھرنے لگا ہے۔ اس کی وجہ سے بچیوں کی تعلیم اور صنفی امتیازات کے معاملے میں بہت حد تک سدھار آیا ہے۔ 2001ء کی شرح خواندگی کے مقابلے میں 2011 کی شرح خواندگی لڑکیوں کے لئے خوش آئند ہے لیکن اب بھی ملک کی مجموعی شرح خواندگی 74.04 فیصد کے مقابلے میں 80 فیصد تعداد لڑکوں کی اور 65.04 فیصد لڑکیوں کی شرح خواندگی ہے۔ شرح خواندگی میں کمی کی اصل وجہ ہمارے معاشرے میں لڑکیوں کی پرورش و پرداخت کے مقابلے میں لڑکوں کی پرورش پر زیادہ دھیان دینا، سماج میں Male Child کی خواہش کا بڑھتا ہوا رجحان، صنفی تعصب، جنسی استحصال، بال وواہ وغیرہ ہیں ان اسباب کی وجہ سے ترک تعلیم میں اضافہ ہوتا

ہے۔ان کے علاوہ بچیوں کی گھریلو ذمہ داریاں بھی اس کی ایک اہم وجہ ہے۔ ہمارا سماجی رویہ اب تبدیل ہو رہا ہے اور آہستہ آہستہ لڑکیوں کی شرح خواندگی کے اضافے کے ساتھ ساتھ عورتوں کی طرز زندگی، معاشی حالت اور معاشرتی ذمہ داریوں میں تبدیلی آ رہی ہے۔ یہ تبدیلی اور مساویانہ رویہ CABE کی رپورٹ سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

عزیز طلبا! اگر ہم اسکول میں اور دیگر تعلیمی اداروں میں جاری جنسی اہانت و ہراسانی، جنسی استحصال، اسکول، گھر اور باہر تحفظ کے لئے مثبت اقدامات کریں تو لڑکیوں کی تعلیم میں مساوات دیکھا جا سکتا ہے۔اسکولی ماحول میں، مختلف ذمہ داریوں میں ان سے مخلصانہ رویہ اور منصفانہ اقدامات کئے جائیں، ان کی ہمت افزائی کی جائے تو بہت حد تک صنفی مسائل پر قابو پایا جا سکتا ہے۔15 سے 35 سال کی عمر گروپ کی خواتین کے لئے تعلیم بالغان اور غیر رسمی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی معاشی حالت سدھارنے کے لئے حالیہ دہائیوں میں بہت سے اقدامات کئے گئے ہیں اور وہ اب بہت حد تک دیہی و شہری علاقوں میں self helf group امداد باہمی اور سوے روزگار یوجنا، چھوٹی چھوٹی گھریلو صنعت کے ذریعہ خود اختیاری کی طرف قدم بڑھا رہی ہیں۔صنفی مساوات کا تصور عام ہو رہا ہے اور اس میں ہمارے تعلیمی ادارے اور اسکول کلیدی رول ادا کر رہے ہیں۔اسکولوں میں اساتذہ، ہم جولیوں کے مثبت رویے کے ساتھ ساتھ درسیات اور نصابی کتابوں میں بھی صنفی مساوات کو شامل کر کے جنسی و صنفی تعصب کو دور کرنے کے اقدامات کئے جا رہے ہیں تاکہ ایک بہتر مستقبل کی طرف ہمارا معاشرہ قدم بڑھا سکے۔

2.10- اکائی کے اختتام کی سرگرمیاں

(i) معروضی سوالات

(1) 2011 کی مردم شماری کے مطابق لڑکیوں کی مجموعی شرح خواندگی کتنی ہے؟۔

(الف) 65.04

(ب) 56.46

(ج) 45.46

(د) 35.86

(2) شری متی درگا بائی دیش مکھ کمیٹی کب قائم ہوئی ؟۔

(الف) 1955

(ب) 1956

(ج) 1957

(د) 1958

(3) مرکزی حکومت کے ذریعہ لڑکیوں کے لئے قائم کئے گئے مخصوص اسکول ہیں؟۔

(الف) نوودے ودیالیہ

(ب) کندریہ ودیالیہ

(ج) کستور با بالیکا ودیالیہ

(د) سرووِدے ودیالیہ

(4) کس ریاست نے ثانوی سطح پر لڑکیوں کے لئے اسکول تک مفت آمدورفت کا انتظام کیا ہے؟۔

(الف) بنگال

(ب) دہلی

(ج) کرناٹک

(د) آندھراپردیش

(5) لڑکیوں کی تعلیمی ترقی کوممکن بنایا جاسکتا ہے؟۔

(الف) جنسی وصنفی استحصال اور متعصّبانہ رویہ کے خاتمہ کے ذریعہ

(ب) اقداری تعلیم دے کر

(ج) خودمختاری اورخودآگہی کے ذریعہ

(د) مذکورہ سبھی اقدامات کے ذریعہ

(ii) موضوعی سوالات

(1) حصول آزادی سے قبل لڑکیوں کی تعلیم کا مختصر اجائزہ لیجئے؟۔

(2) مسلم معاشرے میں لڑکیوں کی تعلیم کی شرح خواندگی کی کمی کی وجوہات بیان کیجئے؟۔

(3) لڑکیوں کی تعلیم میں حائل روکاوٹوں کودور کرنے کے اقدامات تجویز کیجئے؟۔

(4) حصول آزادی کے بعد تعلیم نسواں کے فروغ کے لئے کئے گئے اقدامات کا مختصر اجائزہ لیجئے؟۔

(5) ملک ومعاشرے کی ترقی میں خواتین برابر کی شریک ہیں۔اس قول کی وضاحت کیجئے؟۔

2.11 - حوالہ جاتی کتب

1 سیدنوراللہ اور جے پی نائیک تاریخ تعلیم ہند،ترقی اردو بیورونئی دہلی

2 CABE-2010 (MHRD) National book trust india

3 ڈاکٹر ریاض احمد، تعلیم وتدریس کے روشن پہلو،ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،دہلی،2011

4 قومی درسیات کا خاکہ -2005- این سی ای آر ٹی،نئی دہلی

5 Fifty years of Women's Education in india,NCERT,2001

اکائی (3) صنف اور سماج
Gender and Society

ساخت

3.1 تمہید

3.2 مقاصد

3.3 ہندوستانی خواتین کا تاریخی اور عصری منظر نامہ، آئین ہند میں حقوق خواتین سے متعلق دفعات

(History and Current Scenario of Indian women, the Indian Constitional Provision for women's rights)

3.3.1 ہندوستانی خواتین کا تاریخی اور عصری منظر نامہ

3.3.2 آئین ہند میں حقوق خواتین سے متعلق دفعات

3.4 پدرشاہی اور مادرشاہی نظام کا تصور اور ہندوستانی خواتین سے متعلق مسائل

(Concepts of Patriarly and Matriarchy issued related to Indian Women)

3.5 سماج میں خاندان، ذات، مذہب، ثقافت اور میڈیا کا صنف کے تئیں کردار

(Contribution of family caste, religion and media to gender roles in society)

3.6 خواتین اور لڑکیوں سے متعلق مسائل کا حل (Resolving issues related to women and girl child)

3.7 جنسی بدسلوکی رجنسی تشدد کی شناخت اور ان سے بچاؤ کے اقدامات

(Identification and Preventive Measures of Sexual Abuse / Violance)

3.1 تمہید (Introduction)

ہندوستان میں خواتین موقف بڑا پیچیدہ ہے۔عرصہ دراز سے اتار چڑھاؤ کے دور سے گزرا ہے۔تعلیم نسواں کا معاملہ گورنمنٹ اور سماج دونوں کے لیے ایک اہم موضوع رہا ہے۔کیونکہ تعلیم نسواں ملک کی ترقی میں اہم رول ادا کرسکتی ہے۔تعلیم خواتین کو بااختیار بنانے کا ذریعہ بھی ہے۔تعلیم کے ذریعہ خواتین روایتی حیثیت میں بھی تبدیلی لاکر ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکتی ہیں۔اس اکائی میں ہندوستانی خواتین کی تاریخی اور موجودہ حیثیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اس اکائی میں لڑکیوں اور خواتین کے مسائل کو بھی پیش کیا گیا ہے۔

3.2 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہوجائیں گے کہ

☆ ہندوستانی خواتین کی تاریخی اور موجودہ منظر نامے سے واقف ہوں۔

☆ پدرانہ اور مادری نظام کے تصور پر تبادلہ خیال کرنے کے قابل ہوں۔

☆ ہندوستانی خواتین کے مختلف مسائل کا تجزیہ کر سکیں۔

☆ جنسی تناسب اور جنسی ہراسانی سے متعلق مسائل کو بیان کر سکیں۔

3.3 ہندوستانی خواتین کا تاریخی اور عصری منظر نامہ، آئین ہند میں حقوق خواتین سے متعلق دفعات

3.3.1 ہندوستانی خواتین کا تاریخی اور عصری منظر نامہ۔

ہندوستانی تاریخ کا وسطی دور خواتین کے حوالے سے ایک سیاہ دور مانا جاتا ہے۔ جس میں خواتین کی حیثیت متاثر ہوئی۔ تاریخی اعتبار سے عورتوں/لڑکیوں کو ہمیشہ والد، بھائی یا شوہروں کی جائیداد مانا گیا اور شخصی آزادی محروم ہی رکھا گیا۔ اسی وجہ سے سماجی برائیوں نے جنم لیا جیسے بچپن کی شادیاں، ستی، جوہر اور تعلیم نسواں پر پابندی۔

✦ ستی: شوہر کی چتا کے ساتھ جل جانے کو ستی کہتے ہیں۔ کچھ ہندو مقدس کتابوں کے مطابق اگر عورتیں اپنے شوہروں کے چتا (جنازہ) کے ساتھ جل جائیں تو وہ سیدھا سورگ میں جاتی ہیں۔ چنانچہ اس پر عمل کرنا ضروری قرار دیا گیا۔ سماج میں ستی کی رسم کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

✦ جواہار: یہ کم وبیش ستی کی ہی دوسری شکل ہے جس میں اجتماعی خودکشی انجام دی جاتی ہے۔ یہ رسم قدم راجپوت سماج میں رائج تھی۔ اس رواج کے تحت ایسی تمام شادی شدہ خواتین ایک جگہ جمع ہو جاتیں جس کے شوہر جنگ لڑنے کے لیے گئے ہوں اور انہیں اس بات کا یقین ہو کہ وہ طاقتور دشمن کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ چنانچہ عورتیں اپنی عزت کو محفوظ رکھنے کی خاطر اجتماعی خودکشی انجام دیتی تھیں۔

✦ بچپن کی شادی: یہ وسطی دور میں ایک رواج تھا کہ لڑکیوں کی شادی 10-8 سال کی عمر کے دوران کر دی جائے۔ لڑکیوں کے لیے تعلیم حاصل کرنا ممنوع تھا اور انہیں صرف گھریلو کام کاج کی ہی تربیت دی جاتی تھی۔ اس رسم و رواج کی وجہ سے بچوں کی زیادہ تعداد، متعدد بار حاملہ ہونے سے خراب صحت اور عورتوں اور بچوں میں شرح اموات کی زیادتی عام تھی۔

✦ بیواؤں کی شادی: ہندوستانی خواتین کو بیوہ ہونے کے بعد دوبارہ شادی کی اجازت نہیں تھی۔ بیواؤں کو سماجی بائیکاٹ کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور ان پر کئی قسم کی پابندیاں لگائی جاتی تھیں۔ تقاریب سے دور رہنا۔ سخت مذہبی زندگی گذارنا۔ سر منڈوانا اور سماجی میل جول سے الگ تھلگ رہنا ضروری تھا۔ تقریب کے موقع پر ان کی موجودگی کو مبرا شگون مانا جاتا اور دوبارہ شادی کا تصور بھی محال تھا۔

✦ دیوداسی نظام: یہ رسم جنوبی ہندوستان میں رائج تھی۔ اس رسم کے تحت لڑکیوں کی شادی بھگوان سے کر دی جاتی تھی یعنی ایک طرح سے وہ مندروں میں بے سہارا چھوڑ دی جاتی تھیں۔ یہاں ان کا جنسی استحصال ہوا کرتا تھا۔ حالانکہ وہ دن رات بھگوان کی عبادت کرنے کی غرض سے وہاں چھوڑی جاتیں۔

✦ عصری دور میں ہندوستانی خواتین: ماڈرن ہندوستان میں خواتین کی حیثیت متنازعہ کہی جا سکتی ہیں۔ ان کی حیثیت تضادات کا شکار ہے۔ کہیں کامیابی کے جھنڈے گاڑ رہی ہے تو کہیں پر تشدد، ظلم اور شدید تکالیف کا شکار ہے۔ حالانکہ دور، قدیم کے مقابلے خواتین نے بہت کچھ حاصل کیا ہے لیکن مجموعی طور پر انہیں ابھی بہت کچھ حاصل کرنا باقی ہے۔ خواتین نے کئی مقامات پر مختلف حیثیتوں سے اپنی قابلیت کا لوہا منوالیا ہے لیکن پھر بھی ہندوستانی سماج لڑکیوں کے تئیں مثبت رویہ نہیں رکھتا۔

✦ تغذیہ کی کمی: تغذیہ کی بنیادی وجہ ہندوستان میں عورتوں کے ساتھ امتیازی سلوک ہے۔ ہندوستان کے کئی علاقوں میں زیادہ تر دیہی علاقوں میں عورتیں کھانا گھر کے تمام افراد کے کھا لینے کے بعد کھاتی ہیں جو کہ اکثر قلیل مقدار میں یا ناکافی ہوتا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ گھر کے مردوں اور لڑکوں کو معقول اور مناسب غذا دی جاتی ہے اور عورتوں اور لڑکیوں کو بھرپور اور تغذیہ بخش غذا کی فراہمی ضروری خیال نہیں کی جاتی اور اس کے نتیجے میں خواتین بچا کچا کھانا، ناکافی

مقدار میں کھاتے رہنے سے غذائیت کی کمی کا شکار ہوجاتی ہیں۔ایسی صورت میں لاغری اور کمزوری پیدا ہونا لازمی ہے۔گاؤں کی عورتوں کو اکثر دن میں کم از کم ایک وقت کا مکمل کھانا بھی ملنا محال ہے اس کی وجہ میں غربت کے علاوہ سماجی نابرابری اور امتیازی سلوک بھی ہے۔

- بچہ کی پیدائش کے دوران اموات: ہندوستان میں لڑکیوں کو پیدائش سے ہی تعصب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔وہ بچپن ہی سے غیر صحت منداور ناکافی غذا کی وجہ سے کمزور ہوجاتی ہیں۔ مائیں ان کو زیادہ دنوں تک دودھ پلانا بھی ضروری نہیں سمجھتیں۔لڑکیوں کے مقابلے لڑکوں کی بھرپور توجہ سے پرورش کی جاتی ہے۔چونکہ خواتین کی آزادانہ نقل وحرکت کو بھی معیوب سمجھا جاتا ہے اس لیے انہیں بیمار ہونے پر بھی ڈاکٹر کے پاس اکیلے جانے کی اجازت نہیں ہوتی تاوقتیکہ کوئی مرد ان کے ساتھ نہ ہو۔ بروقت طبی امداد نہ ملنے پر بھی خواتین بیمار رہتی ہیں۔

- زچگی کے دوران موت: بچہ کی پیدائش کے دوران خواتین کی موت کی شرح ہندوستان میں ساری دنیا سے زیادہ ہے۔اس کی وجوہات میں بچپن سے تغذیہ بخش غذا کی کمی اور پھر کم عمر میں شادی، پھر بچے کی پیدائش جبکہ مائیں خود کمسن ہوتی ہیں اور بچہ کی پیدائش کے محمل نہیں ہوسکتیں۔زچگی کے دوران پیچیدگیوں کی وجہ سے شرح اموات ہندوستان میں سب ملکوں سے زیادہ ہے۔

- تعلیم سے محرومی: ہندوستان میں اکیسویں صدی میں لڑکیوں/عورتوں کو ان کے جائز حقوق نہیں ملے ہیں۔آج بھی لڑکیوں کو تعلیم سے بڑی حد تک محروم رکھا جاتا ہے۔ان کو صرف گھریلو کام کاج کی حد تک ہی محدود رکھا جاتا ہے۔اکثر گھرانوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر لڑکیوں کو پڑھنے بھیج دیا جائے تو گھر کے کام میں ہاتھ کون بٹائے گا اور چھوٹے بہن بھائیوں کی دیکھ بھال کون کرے گا۔اکثر لوگ لڑکیوں کے بااختیار، باشعور اور تعلیمیافتہ ہونے سے ڈرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ تعلیم حاصل کرنے سے وہ بگڑ جائیں گی۔جبکہ لڑکوں کی تعلیم پر بھرپور توجہ دی جاتی ہے۔والدین کا خیال ہوتا ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم پر پیسہ برباد کرنے کے بجائے جلد سے جلد ان کی شادی کردی جائے حالانکہ شہری علاقوں میں یہ نظریہ بدلا ہے مگر دیہاتوں میں اب بھی یہی فرسودہ خیالات اور روایات پر عمل ہوتا ہے۔

3.3.2 آئین ہند میں حقوق خواتین سے متعلق دفعات

ہندوستان میں حقوق نسواں/خواتین کی دوحصوں میں درجہ بندی کی جاسکتی ہے۔(۱) دستوری/آئینی حقوق (۲) قانونی حقوق دستوری حقوق وہ ہیں جنہیں دستور کی دفعات میں رکھا گیا ہے۔جبکہ قانونی حقوق وہ ہیں جنہیں پارلیمنٹ اور ریاستی لیجسلیچر میں قانونی حیثیت دی گئی ہے۔

- خواتین تحفظات بل۔تاریخ اور موجودہ موقف(Women's Reservation Bill - History and current status)

ہندوستانی خواتین کو سماجی، معاشی، سیاسی اور تہذیبی طور پر مساویانہ حقوق حاصل نہیں تھے۔چنانچہ ان حقوق کی فراہمی کے لیے 1993 میں دستوری ترمیم کے ذریعہ گاؤں کے گرام پنچایتوں میں 30 فیصد حصہ یا کوٹہ خواتین کے لیے مختص کیا گیا تاکہ پنچایت میں کم از کم کچھ خواتین کو کونسل لیڈر یا پردھان کی جگہ ملے۔چنانچہ اس پالیسی کے تحت خواتین کے موقف میں تبدیلی محسوس کی گئی ہے اور لڑکیوں میں تعلیم حاصل کرنے اپنی قابلیتوں کو ابھارنے کا حوصلہ بڑھا ہے۔لیکن خواتین ریزرویشن بل کو پاس ہونے اور قبولیت ملنے کے لیے کافی جدوجہد کرنی پڑی اور 18 سال یعنی 1993 سے 2010 تک کی کوششوں کے بعد 2010 میں یہ بل راجیہ سبھا میں پاس ہوا۔اس بل کو پاس ہونے میں اتنا عرصہ اس لیے لگا کیونکہ بیشتر مرد MPs نے اس بل کی مسلسل مخالفت کی تھی۔

- دستور ہند اور خواتین سے متعلق دفعات:

دستور ہند کے تمہیدی بیان (Preamble)، بنیادی حقوق (Fundamental Rights) اور بنیادی فرائض (Fundamental Duties) اور ہدایاتی حکمنامہ/اصول (Directive Principles) کی تفصیل میں جنسی مساوات کو شامل کیا گیا۔دستور ہند میں نہ صرف جنسی مساوات عطا کی گئی ہیں بلکہ ریاستوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ خواتین کے حقوق کی ضمانت دیں تاکہ انہیں سماجی، معاشی، تعلیمی اور سیاسی اختیارات حاصل ہوں۔اس ضمن میں دستور کے آرٹیکل 14، 15، 15(3)، 16، 39(a)، 39(c) اور 42 بہت اہمیت کے حامل ہیں۔

- دستوری استحقاق (Constitutional Preveliges)

☆ خواتین کومساویانہ قانونی حقوق (آرٹیکل۔14)

☆ ملکی قوانین مذہب، ذات، نسل، جنس اور پیدائشی مقام کی بنیاد پر کسی سے امتیاز نہیں برتیں گے۔ (آرٹیکل (i)15)

☆ ملک وریاست عورتوں اور بچوں کو خصوصی موقف فراہم کرنے کا پاور ہے (آرٹیکل (3)-15)

☆ تمام شہریوں کو بشمول خواتین کو روزگار یا کسی بھی عہدہ کو حاصل کرنے کے مساویانہ موقع فراہم کرتا ہے۔ (آرٹیکل۔16)

☆ ریاستیں اپنی پالیسیاں ایسی بنائیں جہاں کے مرد وخواتین کو روزگار حاصل کرنے کے مساوی حقوق حاصل ہوں گے (آرٹیکل (a)39) اور مرد و خواتین کو مساوی مشاہرہ یا مزدوری دی جائے۔ آرٹیکل ((d) 39)

☆ مرد وخواتین دونوں کے لیے انصاف رسانی کو یقینی بنایا جائے۔ انصاف کے حصول میں کسی بھی شہری کو جنس، فرقہ، مذہب یا معاشی کمزوری کی بنیاد پر رکاوٹ نہیں آنی چاہیے (آرٹیکل (A)39)

☆ اس آرٹیکل کے تحت ریاستوں کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ خواتین سے منصفانہ اور سازگار ماحول میں کام لیں اور مابعد ولادت چھٹی دیں (Maternity Leave)۔ (آرٹیکل42)

☆ ملک کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ کمزور طبقات بشمول خواتین کی تعلیمی اور معاشی ترقی کے لیے مثبت اقدامات کرے اور ہر قسم کی ناانصافی اور استحصال سے ان کا تحفظ کریں۔ (آرٹیکل۔46)

☆ ہندوستانیوں کے درمیان آپسی بھائی چارہ کو فروغ دیا جائے اور خواتین کے ساتھ توہین آمیز سلوک سے اجتناب کیا جائے اور ان کے وقار کو بحال رکھا جائے۔ (آرٹیکل (C) (A) 51)

☆ ہر پنچایتی الیکشن میں ایک تھائی (1/3rd) سیٹیں بشمول درج فہرست ذات و درج فہرست قبائل خواتین کے لیے مختص ہونا چاہیے اور ہر انتخابی حلقہ میں ان سیٹوں کو ایک کے بعد دیگر الاٹ کیا جانا چاہیے۔ (آرٹیکل (3)243D)

☆ پنچایت کی ہر سطح پر ایک تہائی سیٹیں خاتون چیر پرسن (مدر) کے لیے مختص کی جائیں (آرٹیکل۔(4)243D)

☆ جملہ سیٹوں میں سے ایک تہائی سیٹیں ہر میونسپلٹی میں خواتین بشمول درج فہرست ذات وقبائل کے لیے ریزروڈ ہوں اور یہ سیٹیں روٹیشن کی اساس پر میونسپلٹی کے مختلف انتخابی حلقوں میں الاٹ کی جائیں۔ (آرٹیکل ((3)243T) دستور ہند کے فرمان کے مطابق ریاستوں نے مختلف قانونی اقدامات کئے ہیں تاکہ مساوی حقوق کو عمل میں لایا جائے اور خواتین سے سماجی امتیاز مختلف قسم کے تشدد اور مظالم کا خاتمہ کیا جاسکے۔ بالخصوص خواتین سے کام کے مقام پر چند اہم قوانین، چند جرائم جو کہ انڈین پینل کوڈ (IPC) کے تحت شناخت کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں۔

☆ عصمت دری۔Rape (Sec-376-IPC)

☆ مختلف مقاصد کے تحت اغواء یرغمال بنانا (Sec-363-373)

☆ جہیز کے لیے قتل، جہیز اموات یا جہیز کے لیے کئے جانے والے اقدام قتل (Sec 302/304-BIPC)

☆ ذہنی وجسمانی اذیت رسائی (Sec 498-A IPC)

☆ لڑکیوں سے چھیڑ چھاڑ (Sec 354 IPC)

☆ جنسی ہراسانی (Sec 509 IPC)

☆ لڑکیوں کی درآمدگی (تجارتی اغراض سے) 21 سال کی عمر کے اندر بھی قانونی جرم ہے۔

چنانچہ اوپر دیئے گئے قانون دستور ہند کے احکامات کے تحت بنائے گئے ہیں۔ دستور ہند خواتین کو حقوق کی پاسداری کرتا ہے اور انہیں مردوں کے برابر سماجی، سیاسی اور معاشی تحفظ فراہم کرتا ہے۔ یہ تمام حقوق خواتین کو بااختیار بناتے ہیں۔ حکومت اور عدالتیں ان بنیادی حقوق کی فراہمی کے لیے پابند ہیں۔

1 خواتین سے متعلق قانونی پہلو (Legal Aspects Related to women) ذیل میں دیئے گئے اہم قانونی پہلو یا نکات ہیں جن سے ہر ہندوستانی لڑکی اور خاتون کو واقف ہونا چاہیے۔

(1) مساوی اجرت کا حق (Right to Equal Pay): مساوی یافت ایکٹ کے تحت جنس کی بنیاد پر کہ مزدوری / تنخواہ نہیں دی جانی چاہیے۔

(2) اپنا نام ظاہر نہ کرنے کا حق (Right to Anomynity): عصمت ریزی کی صورت میں خواتین کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنے تحفظ کے لیے نجی شناخت ظاہر نہ کرے۔

(3) کام یا ملازمت کی جگہ ہراسانی کے خلاف حق (Right Against Harassment at work): یہ ایکٹ لڑکیوں اور خواتین کو جنسی ہراسانی کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا حق دیتا ہے اور پولیس میں شکایت درج کروائی جاسکتی ہے۔

(4) گھریلو تشدد کے خلاف حق (Right Against Domestic Violence): یہ قانون شادی شدہ عورتوں، گھر میں رہنے والی خواتین جیسے مائیں، بہنیں اور دیگر خاتون رشتے داروں کے تحفظ کے لیے بنایا گیا ہے۔

(5) بچہ کی پیدائش کے بعد حاصل ہونے والی سہولتوں کا حق (Right to Maternity Related Benefits):
زچگی کے بعد ملنے والی سہولتیں عورتوں کے لیے کوئی مراعات نہیں بلکہ ان کا حق ہے۔ The Maternity Benefit Act اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ نئی ماؤں کو 26 ہفتوں یعنی ساڑھے چھ مہینے کی بااجرت تعطیل دی جائے۔

(6) رحم مادر میں دختر کشی کے خلاف حق (Right Against Female Foeticide): سب سے بنیادی حق، جینے کا حق ہوتا ہے اور جنس معلوم کرکے لڑکی کو پیدا ہونے سے روکنے کے لیے اگر حمل ساقط کروایا جاتا ہے تو وہ سخت جرم ہے جس کے تدارک کے لیے PCPNDT ایکٹ (Pre-conception and Pre-Natal Diagnostic Techniques) بنایا گیا ہے جو کہ جنس کے انتخاب کی ممانعت (Prohibition of Sex Selection) کے تحت کام کرتا ہے اور دختر کشی کو جرم قرار دیتا ہے۔ یہ ایکٹ 2002 میں نافذ ہوا۔

(7) مفت قانونی امداد کا حق (Right to Free Legal Aid): عصمت ریزی کا شکار تمام لڑکیوں اور عورتوں کو مفت قانونی مدد حاصل کرنے کا حق حاصل ہے جو کہ Legal Services Authority Act کے تحت آتا ہے۔

(8) ذاتی وقار و شائستگی کا حق (Right to Dignity and Decency): اس حق کے تحت خواتین کو یہ سہولت حاصل ہے کہ ملزم ہونے کی صورت میں، کوئی طبی جانچ کسی لیڈی ڈاکٹر کے ذریعہ اور کسی دوسری عورت کی موجودگی میں کروائی جائے۔

(9) جائیداد پانے کا حق (Right to Property): ہندو وراثت ایکٹ یا Hindu Sucession Act خواتین اور مردوں کو (یعنی بیٹیوں اور بیٹوں کو) جائیداد میں مساوی حصہ پانے کا حقدار قرار دیتا ہے۔ پہلے یہ حق ہندو خواتین کو حاصل نہیں تھا۔ یہ قانون کافی جدوجہد کے بعد بنایا گیا۔

(10) رات کے اوقات میں گرفتار نہ کرنے کا حق (Right not to be arrested at Night): ایک عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ اسے سورج ڈھلنے کے بعد اور دن نکلنے سے پہلے گرفتار نہ کیا جائے۔ سوائے استثنائی حالات میں، فرسٹ کلاس مجسٹریٹ کے آرڈر پر۔

اپنی معلومات کی جانچ

نیچے دیئے گئے سوالات کے جوابات دیجئے۔

(1) ستی کی رسم اور جواہار کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں۔ لکھئے

(2) بچپن کی شادی پر ایک نوٹ تحریر کیجئے۔

(3) عصر حاضر میں ہندوستانی خواتین کا کیا موقف ہے بیان کیجئے۔

(4) خواتین سے متعلق وہ کون کونسے قانونی پہلو ہیں جو ان کے حقوق کی پاس داری کرتے ہیں۔

(5) خواتین کو حاصل دستوری حقوق کونسے ہیں۔ بتایئے

3.4 پدرشاہی اور مادرشاہی نظام کا تصور اور ہندوستانی خواتین سے متعلق مسائل

پدرشاہی نظام:

پدرشاہی نظام ایک ایسا سماجی نظام ہے جس میں مردوں کو بالادستی حاصل ہوتی ہے۔ مردوں کو ہی تمام اہم حقوق حاصل ہوتے ہیں جیسے سیاسی اقتدار، اخلاقی اختیارات، سماجی برتری اور جائیداد پر مکمل کنٹرول حاصل ہوتا ہے۔ خاندانی معاملات میں بھی والدوں کو عورتوں اور بچوں پر مکمل اختیار ہوتا ہے۔ اس سماجی نظام میں مرد یا والد ہی خاندان کا صدر اور سربراہ ہوتا ہے اور یہ مقام صرف گھر تک ہی محدود نہیں ہوتا بلکہ پورے سماج میں بھی مردوں کو ہی سماجی، سیاسی، معاشی، قانونی اور تہذیبی برتری اور اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ اور عورتوں کو گھر کے کام کاج تک ہی محدود رکھا جاتا ہے جہاں وہ باہری دنیا اور اس کی حقیقتوں سے بالکل ناآشنا ہوتی ہیں۔

یہاں چند مثالوں کے ذریعہ ہم اس نظام کو سمجھنے کی کوشش کریں گے جو روزمرہ ہماری نظروں سے گذرتی ہیں۔

- جب ایک مرد زوردار آوازوں کے ذریعہ اپنے بات منوانے کی کوشش کرتا ہے اور عورت یا لڑکی کو منہ کھولنے کی تک اجازت نہیں ہوتی، ایسے مردوں کو عضیلا مرد قرار دیا جاتا ہے یعنی اشارتاً عورتوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ مرد کے غصہ کو خاموشی اور صبر سے برداشت کیا جائے اور اس کے خلاف یا اپنے دفاع میں آواز بھی نہ نکالی جائے، بحث نہ کی جائے۔ (Aggressively Patriarchal)
- اگر کوئی عورت اپنی ملازمت کی جگہ پر جنسی ہراسانی کی شکایت کرتی ہے، اور اس کے آفس کے تمام مرد اگر اس بات (عورت کی شکایت) کی تردید کرتے ہیں کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا تو اس کو عام طور پر پدرانہ انداز یا نظام کیا جائے گا یعنی مردوں کی بات کو ہی سچ مان کر قبول کیا جائے گا۔ (Typically Patriarchal)

مادرشاہی نظام:

اس نظام میں عورتوں کو بالادستی حاصل ہوتی ہے۔ عورتوں کو تمام اہم حقوق جیسے سیاسی رہنما، اخلاقی اختیارات، سماجی برتری اور جائیداد پر کنٹرول حاصل ہوتا ہے۔ مردوں کی دخل اندازی بہت کم ہوتی ہے۔

زنانہ تسلط نظام ایک ایسا سماجی نظام ہے جہاں ماں ہی صدر خاندان ہوتی ہے اور خاندان کے باہر یعنی سماج میں بھی حکومت عورتوں کی ہی چلتی ہے۔
اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ زنانہ تسلط نظام کا شاید ہی کوئی ثبوت ملتا ہو۔ کیونکہ اکثر عقیدہ انسانی مساوات کو مادری اقتداری نظام سمجھا گیا۔

- خواتین کے وہ رول اور برتاؤ جنہیں سماجی منظوری حاصل ہوتی ہے اسی کو منفی کردار کہا جاتا ہے۔ منفی رول کو سماجی اصول متعین کرتے ہیں کہ کونسا طرز عمل قابل قبول یا پسندیدہ ہے۔ اس اکائی میں ہم یہ معلوم کریں گے کہ کیا موجودہ دور میں صنفی رول تبدیل ہونے کے باوجود عورت کے موقف میں

بھی تبدیلی واقع ہوئی ہے؟ ہندوستانی سماج کے مافی الضمیر میں یہ بات نقش ہوگئی ہے کہ بہرحال عورت مرد کی برابری نہیں کرسکتی۔ آگے چل کر ہم یہ معلوم کریں گے کہ عورتوں کے مسائل میں ذات پات، مذہب، تمدن وثقافت، ذرائع ابلاغ، فلمیں اور اشتہارات کیا رول ادا کرتے ہیں۔

اپنی معلومات کی جانچ

(1) پدرشاہی نظام یا مردانہ تسلط سماج کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں۔

(2) مرد کی زوردار آواز کے مقابلے عورت کو بولنے کی اجازت کیوں نہیں ہوتی؟

(3) Typical Patriarchy کو مثال کے ذریعہ سمجھائیے۔

(4) مادرشاہی نظام یا زنانہ تسلط سماج کی تفصیل بتائیے۔

3.5 سماج میں خاندان، ذات، مذہب، ثقافت اور میڈیا کا صنف کے تئیں کردار خاندان کا کردار:

صنفی کردار کسی بھی سماج کے سماجی وتہذیبی اصولوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ زیادہ تر سماجوں میں خاندانی نظام صنفی کردار پر قائم ہوتا ہے جہاں پہلے سے ہی صنفی کردار متعین ہوتے ہیں جس سے افراد خاندان کو خاندان چلانے میں مدد ملتی ہے۔ بظاہر اگر والدین صنفی مساوات پر عمل کریں بھی تو حقیقی طور پر وہ عدم مساوات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مثلاً گھر میں لڑکیوں کے لیے الگ اور لڑکوں کے لیے الگ قسم کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ ہلکے قسم کے کام، صفائی وغیرہ کے کام، لڑکیوں کے لیے اور طاقت کے استعمال والے کام لڑکوں کے لیے مناسب سمجھے جاتے ہیں۔ یہ عدم مساوات، کھیل کود کے طریقوں، کھلونوں کام وغیرہ کے فرق سے ظاہر ہوتے ہیں۔

✦ ذات پات کے نظام کا کردار

ذات پات ہندو مذہب کا سماجی درجہ بندی پر مشتمل روایت ہے۔ یہ نظام لوگوں کی ذات اور پیشہ پر منحصر ہوتا ہے۔ چونکہ پورے ہندوستان میں گھٹن بھرا مردانہ تسلط نظام رائج ہے، عورتوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ سماج کے تمام طبقات، ذات اور درجوں میں عورت ہی مظلوم پائی جاتی ہے۔ ہندوستان میں دلت قوم سب سے زیادہ اس درجہ بندی کا شکار ہے۔ جن کو چھوت چھات کے ہر عمل کی وجہ سے سماج میں نہایت نچلا موقف دیا گیا ہے۔ حالانکہ چھوت چھات ہندوستان میں قانوناً جرم ہے لیکن ذہنی طور پر ان کو دوسرے طبقات نے دورِ حاضر میں بھی برابری کا درجہ نہیں دیا ہے۔ منفی رویے اور منفی برتاؤ سے سب سے زیادہ دلت خواتین ہی متاثر ہوتی ہیں۔ ان خواتین کو حد درجہ ذلت، بدسلوکی، غلامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ انہیں کئی سطحوں پر امتیاز، استحصال، وحشیانہ سلوک، تضحیک، حوالناک تشدد اور غیرانسانی رویوں کو بھی بھگتنا پڑتا ہے۔

✦ مذہب کا کردار

دنیا کے تمام مذاہب میں سماج میں مردوں اور عورتوں کے رول کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے اور روایتی طور پر خواتین کو گھر اور مردوں کو باہری دنیا کے کام تفویض کیے گئے ہیں۔ ان مذہبی روایات پر آج بھی عمل ہوتا ہے لیکن سماجی تبدیلیاں بھی ظاہر ہورہی ہیں اور لیبر مارکٹ میں عورتوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ حالانکہ سماجی رویوں میں تبدیلی آرہی ہے لیکن تعلیم نسواں سے متعلق اطلاعات منفی ہیں۔ مذہبی اور ثقافتی رجحانات کی وجہ سے لڑکیوں کا تعلیمی موقف نہایت کمزور ہے۔

✦ ثقافت کا کردار

ثقافت ہی مردوں اور عورتوں کے برتاؤ، مناسب رویوں، تعلقات کی نشاندہی کرتا ہے۔ ثقافتی طور پر طئے شدہ صنفی نظریے ہی مردوں اور عورتوں کی ذمہ داریوں اور مناسب برتاؤ اور عمل کا تعین کرتے ہیں۔ یہی نظریے اور رجحانات وسائل کے حصول ان پر کنٹرول اور فیصلہ سازی میں شرکت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہی منفی نظریے مردوں کی برتری کو تقویت اور عورتوں کی کمتری کو رائج کرتے ہیں۔

✦ ذرائع ابلاغ کا کردار

ذرائع ابلاغ کا مقصد زیادہ سے زیادہ ناظرین کو جمع کرنا ہوتا ہے۔ ٹی وی کے مباحث کو سماج کا آئینہ کہا جاتا ہے۔ لیکن یہاں بھی جس طریقے سے عورتوں کو پیش کیا جاتا ہے وہ روایتی مردانہ تسلط کا مظہر ہے۔ اس دقیانوسی تصورات سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے انفرادیت پسندی، عالمگیریت اور سماجی رول کے تعین نو کی تشکیل کے لیے کوششیں جاری ہیں۔ ذرائع ابلاغ ایک طاقتور ذریعہ ہے جو عوام کے ذہنوں پر اثر انداز ہوتا ہے اور بڑی حد تک ان کی زندگیوں کو متاثر کرتا ہے، ان کے رویوں، اندازِ فکر اور طرز عمل کو تبدیل بھی کرتا ہے۔ تاہم میڈیا اپنا غیر جانبدارانہ رول ادا کرنے میں بالعموم ناکام ہے۔

3.5 سماج میں خاندان، ذات، مذہب، ثقافت اور میڈیا کا صنف کے تئیں کردار فلمیں (Films)

یہ حقیقت حیران کن ہے کہ فلم انڈسٹری میں بھی صنفی عدم مساوات پر عمل ہوتا ہے۔ جہاں پردہ اور پردے کے پیچھے یہ بڑی شدت سے رائج ہے۔ فلموں میں عورتوں کو دوسرے نمبر اور غیر اہم طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ انہیں کمزور اور کمتر بتایا جاتا ہے جس کو ہمیشہ مردوں کی مدد کی ضرورت ہے۔ ہیرو کی کامیابی میں صرف تعاون کرنے اور نیک خواہشات رکھنے والے کی حیثیت دی جاتی ہے یا پھر وہ آئٹم گرل کے طور پر پیش ہوتی ہیں۔ فلموں میں عورتوں کی عصمت دری، بدسلوکی اور جنسی ہراسانی کا شکار ہوتے بھی اکثر دکھایا جاتا ہے۔ یا پھر ہیروئنس کا کام شوہروں اور سسرال والوں کا ظلم سہنا، عشق کرنا، شادی کرنا یا پھر پیسوں والی لڑکی کے لیے ہیرو کی طرف سے دھوکے کا شکار ہونا یا خاندان کی عزت و ناموس کے لیے قربانی دینا ہوتا ہے جو لڑکیوں اور عورتوں کے لیے ایک منفی پہلو رکھتا ہے اور انہیں کمزور، دوسروں پر منحصر اور اپنے حقوق سے دستبردار ہونے والی مخلوق بنا کر پیش کرتا ہے۔ فلمی گانوں میں بھی اداکاراؤں کو قابل اعتراض، نامناسب اور بھونڈے طریقے سے دکھایا جاتا ہے جس سے فلم کی تجارت میں اضافہ ہو۔

اشتہارات (Advertisements)

اشتہارات میں اکثر عورتوں کو ہی خرید و فروخت کرتے ہوئے دکھایا جاتا ہے جن کی ذمہ داری گھر کے سامان کی خریدی ہے اور مردوں کو کاریں، سگریٹ، فون، الکٹرانک اشیاء، تجارتی سامان یا سرمایہ کاری کرتے ہوئے دکھایا جاتا ہے۔ خواتین کو کاسمیٹکس، میک اپ اشیاء اور گھریلو اشیا سے برتن، گرائنڈر وغیرہ کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ اگر اشتہار میں لڑکی ہو تو اس کا پورا سراپا دکھایا جائے گا اور اگر مرد ہو تو صرف کلوز اپ شاٹس لیے جاتے ہیں۔ گھر کی صفائی میں مردوں کو حصہ لیتے ہوئے کبھی نہیں دکھایا جاتا اور اگر دکھایا بھی جاتا ہے تو ماہرین کی طرح جو خواتین پر یا تو طنز کرتے ہوئے نظر آتے ہیں یا رائے دیتے ہوئے۔ مردوں کی برتری ثابت کرنے کے لیے انہیں کامیاب پیشہ ور، کامیاب کھلاڑی یا عورتوں کو متاثر کرنے والا دکھایا جاتا ہے۔ ایسے اشتہارات یا تو بہت کم بنائے جاتے ہیں جس میں مرد کو اپنی فیملی کے لیے وقت دینے والا دکھایا جاتا ہے اور اگر وہ بن بھی جاتے ہیں تو اتنے مقبول نہیں ہو پاتے۔

اپنی معلومات کی جانچ

(1) ذرائع ابلاغ میں خواتین کو کس طرح پیش کیا جات ہے؟ لکھیے۔

(2) اشتہارات میں عورتوں کو کیسے پیش کیا جاتا ہے؟ کسی دو اشتہارات کی مثال دے کر سمجھایئے۔

(3) فلموں میں عام طور پر خواتین کا کیا موقف ہوتا ہے تفصیلاً لکھیے۔

(4) خواتین کے متعلق سماج کے ذہنی تحفظات کو تبدیل کرنے کے لیے چند تجاویز پیش کیجیے۔

3.6 خواتین و لڑکیوں سے متعلق مسائل کا حل

✦ لڑکیوں کی جنین کشی (FemaleFoeticide)

جنین (Foetus) کو کہا جاتا ہے جو ابھی رحم مادر یعنی حمل کے ابتدائی دنوں میں بنتا ہے۔ یہ اسکیننگ (Scanning) کے ذریعہ معلوم کیا جاتا ہے کہ رحم مادر میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ اس طرح منتخب کردہ جنس کو جینے اور پلنے کی اجازت ملتی ہے۔ اور اگر لڑکی ہو تو اسے پیدا ہونے سے پہلے ہی ختم کر دیا جاتا ہے۔ بچہ کی جنس کا پتہ دو طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ یعنی حمل قرار پانے سے پہلے ہی اریکسن طریقہ (Ericsion Method) سے X اور Y کروموزومس کو علحدہ کیا جاتا ہے تا کہ لڑکی کی پیدائش کو روکا جائے۔ یہ ایک جینیاتی تشخیص (Genetic Diagnosis) ہے۔ تاہم جو طریقہ رائج اور جس کا بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے وہ (Post Conception) یعنی حاملہ ہونے کے بعد جنس کا پتہ لگاتا ہے۔ جو Aminocentesis Chronic Villus Sampling ہونے والے یہ Tests ہندوستان میں بہت عام ہیں اور قانون کے دائرہ سے باہر رہ کر ان پر عمل کیا جاتا ہے اور اسقاط (Abortion) کا طریقہ اپنایا جاتا ہے تا کہ لڑکیوں کو دنیا میں لانے سے روکا جائے اور لڑکوں کی پیدائش کو یقینی بنایا جائے۔

✦ لڑکیوں کی طفل کشی (Female Infanticide)

لڑکیوں سے سماج کا امتیازی سلوک جنین کشی تک ہی ختم نہیں ہوتا بلکہ ان کے پیدا ہو جانے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ لڑکیوں کو بچپن میں ہی موت کی نیند سلا دینا یا دختر کشی عمل اور رواج ہے۔ جہاں لڑکیوں کو ارادتاً یا جان بوجھ کر ایک سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی یا تو راست طور پر مار دیا جاتا ہے یا زہریلی غذا یا دوا دے کر، یا پھر انہیں غذا نہ دے اسقدر کمزور اور بیمار کر دیا جاتا ہے کہ وہ زندہ نہ رہ سکیں۔ یہ کام یا تو والدین کرتے ہیں یا گھر کے دوسرے افراد۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ والدین بھی بیٹی کو بوجھ سمجھتے ہیں۔ بہر حال دختر کشی نومولود بیٹی / لڑکی کا عمداً قتل ہے جو ڈھکے چھپے طریقہ سے پورے ہندوستان میں رائج ہے۔ حالانکہ اس کو قانوناً جرم قرار دیا گیا ہے لیکن قانون پر کتنی عمل آوری ہو رہی ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہندوستان میں لڑکیوں اور عورتوں کا تناسب لڑکوں / مردوں کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ دختر کشی سب سے زیادہ شمالی ریاستوں جیسے ہریانہ، پنجاب، راجستھان اور بہار میں پائی جاتی ہے۔

زندہ رہ جانے والی لڑکیوں کے ساتھ میں اس قدر ناروا سلوک کیا جاتا ہے کہ عام طور پر زندگی کے کسی بھی دور میں انہیں قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا جاتا ہے نہ ہمت دی جاتی ہے، شاید اسی لیے ''اگلے جنم موہے بٹیا نہ کیجو'' جیسے جملے اور نغمے ہندوستان میں لڑکیوں کی حیثیت کی نہ صرف عکاسی کرتے ہیں بلکہ نہایت مقبول بھی ہیں۔

دختر کشی کے چند وجوہات یہاں پیش کئے جاتے ہیں:

✦ لڑکوں اور بیٹوں کی دیوانگی: ہندوستانی سماج پدر شاہی (Patrarchal)، باپ کے نسلی سلسلے کے ذریعے وراثت پانے والا (Patrilinea) اور شادی کے بعد لڑکی کی سسرال منتقلی (Patrilocal) نظام یا سسٹم پر عمل پیرا سماج ہے۔ ہندو مذہب پیدائش / نسل ذات پات اور طبقہ واریت پر منحصر ہے اور یہ عقیدہ ''منو'' ''منوسمرتی'' کے قانون یا اصولوں پر قائم ہے۔ اس عقیدے اور عمل کو ''منوواد'' بھی کہا جاتا ہے۔ مذہبی لحاظ کے علاوہ معاشی، سماجی اور جذباتی لحاظ سے بھی زمانہ یا سماج یا معاشرہ مردوں کا ہی سپورٹ کرتا ہے۔ حتیٰ کہ والدین بھی اپنے بیٹوں کو ہی بڑھاپے کا سہارا سمجھتے ہیں اور انہیں سے مالی مدد کی امید رکھتے ہیں۔

✦ لڑکیوں کو بوجھ سمجھا جاتا ہے (Girls as a Burden)

جہیز جیسی لعنت جو سماج میں زہر کی طرح گھل گئی ہے۔ اسی لعنت کی وجہ سے لڑکیوں کو بوجھ سمجھا جاتا ہے۔ یہ رسم ایک بڑی رقم کی مانگ کرتی ہے۔ چنانچہ والدین اور دیگر رشتہ دار یہ سمجھتے ہیں کہ لڑکیوں کی شادی کے لیے کافی رقم درکار ہوتی ہے اور اس قسم کو بہر حال جمع کرنا اور خرچ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف لڑکوں کو ایک اثاثہ مانا جاتا ہے جو جہیز کے ذریعہ گھر اور خاندان کے لیے ایک خطیر رقم، جائیداد، مال و اثاثہ کا ذخیرہ فراہم کرتا ہے جو اسے لڑکی والے (بیوی کے والدین) بہترین دیں گے۔ یہی وہ فرسودہ رسم ہے جس کی بناء پر لڑکیوں کو بوجھ سمجھا جاتا ہے۔ یہ امر افسوسناک ہے کہ ہندو اعتقاد (منوسمرتی) کے اثرات ہندوستان کے دوسرے مذاہب اور طبقوں میں سرائیت کر گئے ہیں۔

✦ ٹکنالوجی کا غلط استعمال (Mis - use of Technology)

جنس کی شناخت کے لیے جتنے ٹسٹ ہیں (پچھلے صفحات میں دیکھئے) وہ دراصل بچہ میں کسی بیماری، پیدائشی نقص و بے اعتدالی کو معلوم کرنے کے لیے بنائے گئے تھے تاکہ قبل از پیدائش اس کا تدارک کیا جاسکے لیکن ان کا غلط استعمال ہو رہا ہے تاکہ لڑکیوں کی پیدائش کو روکا جاسکے۔ لہٰذا یہ ٹسٹس جنس کی شناخت، اسقاط حمل، جنین کشی اور دختر کشی کے مقصد سے کئے ہیں اور ٹکنالوجی کا سرگرمی سے خفیہ طور پر استعمال ہو رہا ہے جس میں طبی عملہ کی ملی بھگت شامل ہے۔

✦ قانون کا کمزور نفاذ: (Weak Implementation of Law)

قبل از ولادت تشخیصی ٹکنیکس ایکٹ (1994)

The Pre-natal Diagnostic Techneques Act (1994) Regulation and Prevention of Mis - use

جو کہ قانون اور بیجا استعمال کی روک تھام کے تحت بنایا گیا، رحم مادر میں جنس کو معلوم کرنے کی ممانعت کرتا ہے۔ یہ ایکٹ بچہ کی پیدائش سے قبل والدین کو لازمی جینیاتی مشاورت سنٹر، دواخانہ، اسپتال اور نرسنگ ہومس کے خدمات کے لیے رجسٹریشن کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ تاہم قانون کا نفاذ نہایت کمزور ہے اور اس کا بھرپور استعمال نہیں ہوتا جس کی وجہ سے جنین کشی جاری ہے۔

جنسی تناسب (Sex Ratio) کسی بھی آبادی کے جنسی ڈھانچے کو مردوں اور عورتوں کے تناسب سے ناپا جاتا ہے۔ جنسی تناسب کو یا تو عورتوں کے مقابلے مردوں کی تعداد یا مردوں کے مقابلے عورتوں کی تعداد سے جانچا جاتا ہے۔ جو تناسب (مردوں کا یا عورتوں کا) ہزار سے اوپر ہوتا ہے وہ (High sex ratio) اونچا جنسی تناسب ہوتا ہے اور جو ہزار (1000) سے کم ہوتا ہے وہ کم جنسی تناسب (Low Sex Ratio) کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ہندوستان میں لڑکوں کے مقابلے لڑکیوں کی تعداد بہت کم ہے۔ یہ تناسب شمالی ریاستوں میں بہت زیادہ فرق رکھتا ہے۔ ان ریاستوں میں عام طور پر 1000 لڑکوں کے مقابلے لڑکیوں کی تعداد 970 سے لے کر 900 کے درمیان ہے۔

✦ ملازمت کی جگہ جنسی ہراسانی (Sexual Harasment of Women at work Place)

ذیل میں دیئے گئے چند افعال یا حرکات وہ ہیں جو جنسی ہراسانی کے دائرے میں آتے ہیں۔ یہ حرکات راست یا بالراست ہوسکتے ہیں جو کہ غیر اخلاق اور نہایت نامناسب ہیں۔

☆ جسمانی رابطہ قائم کرنا یا جسمانی طور پر قریب ہونے کی کوشش کرنا۔ (Physical contact or advances)

☆ جنسی مہربانی کی مانگ یا درخواست کرنا۔ (A Demand or Request for Sexual Favours)

☆ جنسی فقروں یا فحش جملوں کا استعمال کرنا۔ (Making Sexually Coloured Remarks)

☆ فحش تصاویر یا فلم بتانے کی کوشش کرنا۔ (Showing Pornography)

☆ کوئی بھی ایسا نامناسب اور ناقابل قبول جسمانی، زبانی یا اشارتی رویہ جو جنسی پہلو رکھتا ہو۔

(Any other Unwelcome physical, Verbal or non- verbal Conduct of a Sexual nature)

ملازمت یا کام کرنے کے مقام کو Work space کہا جاتا ہے جہاں ملازم یا کام کرنے والے اپنی ڈیوٹی انجام دینے کے لیے آتے ہیں اور اس جگہ پر کسی بھی قسم کی ہرسانی (عورتوں کے ساتھ) جنسی ہراسانی کہلاتی ہے۔ یہ بہت عام ہے اور اکثر اونچا عہدہ اور اختیار اور اقتدار رکھنے والے افراد ایسے سلوک کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ ایک آدھ بار یا متواتر عورتوں کو جنسی ہراسانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو بعض اوقات ذہنی اذیت اور عصمت دری کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

1 خاندانی عزت کے لیےقتل(Honour Killing)

یہ ہلاکت خیزعمل اس وقت کیا جاتا ہے جب خاندان کے افراد یہ سمجھتے ہیں کہ متاثرہ شخص نے خاندان کی عزت و ناموس کوداغدار کیا ہے یا بدنام کیا ہے۔ یا پھراس (لڑکی) اپنے طبقہ یا مذہبی اصولوں کی خلاف ورزی کی ہو۔عزت کے لیے جوقتل ہوتے ہیں وہ ایک قسم کا بدلہ ہے جو اکثر خاندان کے کسی مرد کے ذریعہ عمل میں لایا جاتا ہے۔ جوان لڑکیوں یا عورتوں کوختم کردیتے ہیں جنہوں نے روایتی طریقوں سے انحراف کرنے کی کوشش کی۔

اس کی کئی وجوہات ہیں جیسے وہ لڑکیاں/عورتیں جو اپنی پسند کی شادی کرنا چاہتی ہیں، جوعصمت ریزی کا شکار ہوئی ہیں، جوطلاق حاصل کرنا چاہتی ہیں، جو گھر والوں کے ذریعہ طئے کی گئی شادی نہیں کرنا چاہتی ہیں، یا ناجائز تعلقات قائم کرتی ہیں۔ان وجوہات کی بناء گھر اور خاندان والے لڑکیوں کا قتل کردیتے ہیں تا کہ ان کی عزت اور نام محفوظ رہے۔اس عمل کو سماجی منظوری حاصل ہے۔ یہ طریقہ ہندوستان کے کئی حصوں میں رائج ہے جس پر کھلے عام عمل ہوتا ہے۔ایسی پنچایتیں ہیں جو Honour Killing کو جائز قرار دیتی ہیں اور قاتلوں کو مجرم نہیں مانتی بلکہ ان کی تعریف اور حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ یہ لوگ ملک کے قانون کو بھی پرواہ نہیں کرتے اور لڑکیوں کوملزم مان کر انہیں قتل کردیتے ہیں۔قتل کے لیے جو طریقہ اپنائے جاتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(1) سنگساری

(2) چھرا بھونکنا

(3) سخت مار پیٹ

(4) جلادینا/آگ لگادینا

(5) سر اڑادینا

(6) پھانسی دے دینا

(7) مہلک ایسڈ حملہ

(8) شوٹ کردینا/گولی ماردینا

(9) گلا گھونٹ دینا

یہ قتل اکثر عوام کے سامنے کئے جاتے ہیں تا کہ قوم، علاقے کی دوسری عورتیں کوخبر دار کیا جا سکے کہ اگر وہ بھی ان حرکات کی مرتکب ہوں گی ان کا حشر بھی ایسا ہی ہوگا۔

یہ قتل پدرانہ نظام کی عکاسی کرتے ہیں جہاں عورتوں کو مرد (باپ، بھائی، شوہر اور بیٹے) اپنی جائیداد سمجھتے ہیں اور انہیں اپنی مرضی سے جینے کا حق دینے سے انکار کرتے ہیں۔ مردوں کی مرضی ومنشاء کے خلاف کام کرنے پر انہیں سخت تشدد اور سزا کو جھیلنا پڑتا ہے۔

✦ جہیز (Dowry):

جہیز اس جائیداد، پیسہ، زیورات، تحفے اور وہ تمام منقولہ اور غیر منقولہ اشیاء جو دولہے کو (لڑکے) کو شادی کے وقت دلہن (لڑکی کے والدین) سے حاصل ہوتے ہیں۔لڑکے والوں کی طرف سے پیسوں، قیمتی چیزوں اور جائیداد کی باضابطہ مانگ کی جاتی ہے جن کو لڑکی کے والدین ہر حال میں پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں چاہے ان کی استطاعت ہو یا نہ ہو۔جہیز دینا شادی کے لیے لازمی شرط ہوتی ہے۔ایک موٹی رقم کے علاوہ زیورات، الیکٹریکل اور الکٹرانیکل اشیاء۔گھریلو ساز وسامان، فرنیچر، تامبے پیتل کے برتن، کراکری، .... موٹر بائیک یا کار، قیمتی کپڑوں کے کئی جوڑے، لڑکے کے لیے زیورات جیسے چین، انگوٹھی وغیرہ، لڑکے کے لیے کپڑے اور دیگر ساز وسامان، گھر کی سجاوٹ اور ضرورت کا ہر سامان۔ اس کے علاوہ شادی کے دن لڑکے اور لڑکی والوں کی یعنی

مہمانوں کی پر تکلف ضیافت کا انتظام بھی لڑکی کے والدین کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ یہ روایت ہندو مذہب میں دورِ قدیم سے جاری ہے لیکن ہندوستان میں بسنے والے دوسرے مذاہب کے لوگوں نے بھی اسے نہ صرف اپنالیا بلکہ اسی روایت پر بڑی حد تک عمل پیرا ہیں اور شادی بیاہ کے لیے اپنے مذہب کے اصولوں کو فراموش کر دیا۔ اگر لڑکے کی علمی قابلیت اور اچھا عہدہ ہو، اگر لڑکے کا خاندان باحیثیت ہو اور جائیداد رکھتا ہو، سماجی حیثیت اونچی ہو یا لڑکی کم تعلیمیافتہ ہو، گہری رنگت والی ہو یا کوئی اور خامی ہو تو زیادہ سے زیادہ جہیز کی مانگ کی جاتی ہے۔ جہیز اور لین دین کی لعنت کو روکنے کے لیے لڑکیوں کو تعلیم دلانا، شادیوں کا لازمی رجسٹریشن کروانا اور لڑکیوں کا جہیز مانگنے والے لڑکوں سے شادی کرنے سے انکار کرنا جہیز کے فرسودہ نظام کو ختم میں معاون ہوگا۔

✦ بچپن کی شادی (Child Marriage)

اٹھارہ سال سے کم عمر کے بچوں کی شادی کو بچپن کی شادی کہتے ہیں۔ ہندوستان میں صدیوں سے یہ رواج ہے کہ بالخصوص لڑکیوں کی شادی چار اور پانچ سال کی عمر میں بھی کی جاتی رہی ہیں۔ لڑکیوں کی شادیاں اکثر کمسنی میں ہی کر دی جاتی ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ سماجی و معاشی کمزوری ہے۔ یہاں چند وجوہات بیان کی جاتی ہیں۔

(1) ناخواندگی، زراعت پیشہ لوگ اپنے لڑکوں کی شادیاں جلد کر دینا چاہتے ہیں تاکہ گھر کے کام کاج کے لیے ایک فرد کا اضافہ ہو جائے۔ یعنی بہو ایک بے دام غلام بن کر سسرال آئے۔

(2) عورتوں کا کمتر سماجی موقف۔ ہندوستانی سماج میں عورت ہمیشہ کسی مرد کی زیر نگرانی رہی ہے۔ شادی سے پہلے باپ، بھائی کے۔ شادی کے بعد شوہر اور اس کی موت کے بعد بیٹا یا پھر شوہر کے مرد رشتہ دار کی سرپرستی میں ہی رہنا عورت کا فرض ہے۔ شخصی آزادی کا تصور ہی نہیں ہے۔

(3) بین طبقاتی شادی کی مخالفت: بچوں میں شعور بیدار ہونے سے پہلے ہی شادی کر دی جائے تو وہ والدین کی مرضی پر ہی راضی رہیں گے۔ ورنہ بڑے ہونے کے بعد بین طبقاتی (Intercaste) شادی کر سکتے ہیں۔

(4) مذہبی عوامل: قدامت پرست کٹر مذہبی اور غیر تعلیمیافتہ والدین اور بزرگ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ لڑکیوں کی شادی ان کے بالغ ہونے سے پہلے ہی کر دینی چاہیے قبل اس کے کہ وہ کچھ سمجھ پائیں۔

✦ جائیداد کے حقوق (Property Rights)

خواتین کو جائیداد اور وراثت کے حقوق ان کے سماج زمرہ کے مطابق حاصل رہے ہیں۔ یہ ذیلی سماج اور فرقہ میں خواتین کے مالکانہ حقوق الگ الگ ہیں۔ یہ حقوق تمدنی، نسلی، سیاسی اور قانونی عوامل کے زیر اثر ہیں۔ دیہاتی اور شہری علاقوں میں پیداواری اور غیر پیداواری وسائل پر خواتین کا کوئی کنٹرول نہیں ہوتا جس کی وجہ سے ان کا مالی موقف نہایت کمزور ہوتا ہے اور وہ گھر یا جائیداد کے مالکانہ حقوق، روز مرہ کی ضروریات تکمیل سے قاصر اور معاشیاتی وسائل کی رسائی سے محروم ہوتی ہیں۔

ہندوستان میں 1937ء تک خواتین کو کسی بھی قسم کی جائیداد کو پانے کے حقوق حاصل نہیں تھے یعنی اسے شوہر کی طرف سے جائیداد میں کوئی حصہ نہیں ملتا تھا سوائے اس جائیداد کے جو اس کو شادی کے وقت والدین کی طرف سے ملی تھی۔ دی ہندو سکشن ایکٹ (The Hindu Succession Act) 1956ء میں بنا جس کے تحت بیوی کو شوہر کی جائیداد میں حصہ پانے سے محروم رکھا گیا تھا۔ ایکٹ 2005 کے منظور ہونے کے بعد لڑکیوں یا بیٹیوں کو بھی برابر شریک وارث بنایا گیا۔ اور آبائی جائیداد میں بیٹوں کے برابر حصہ پانے کو پیدائشی حق قرار دیا گیا۔ لیکن لوگوں کے رویہ میں اس تعلق سے خاص تبدیلی نہیں آئی ہے اور وہ پرانے طریقے پر ہی عمل کرتے ہیں۔

✦ طلاق (Divorce) : طلاق اس وقت واقع ہوتا ہے جب شوہر و بیوی ایک ساتھ رہنا نہیں چاہتے اور علیحدہ ہونا چاہتے ہیں۔ طلاق کی منظوری کے لیے قانونی سہارے کی ضرورت ہوتی ہے اور دونوں کو قانونی دستاویز پر دستخط کرنی پڑتی ہے اور علیحدہ ہو جانے کی منظوری حاصل ہوتی ہے۔ یہاں طلاق کی چند وجوہات بیان کی گئی ہیں۔

✦ بے وفائی (Infedility) : کسی بھی رشتہ کو قائم رہنے کے لیے ایک دوسرے پر بھروسہ ضروری ہوتا ہے۔ ساتھ ہی اگر دھوکہ دیں تو رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ چنانچہ بے وفائی اور بھروسہ توڑنا طلاق کی ایک وجہ ہے۔

✦ جسمانی، جذباتی اور نفسیاتی اذیت رسانی (Physical. Emotional and Psychological Abuse) : کسی بھی رشتہ میں بدسلوکی اور اذیت رسانی نہایت تکلیف دہ ہوتی ہے۔ جسمانی مار پیٹ، ہاتھا پائی، تنگ کرنا، گھریلو تشدد، گالی گلوج نا قابل برداشت ہوتا ہے جو طلاق کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جذباتی اور نفسیاتی بدسلوکی ساتھی کو جذباتی ٹھیس پہنچاتی ہے پھر ایسے فرد کے ساتھ رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔

✦ ازدواجی مالی مسائل (Marital Financial Issues) : شادیوں کے ٹوٹنے کی وجہ اکثر مالی کشیدگی بھی ہوتی ہے۔ غیر متوازن مالی حیثیت نا اتفاقی پیدا کرتی ہے یا مالی ذمہ داریاں اتناد باؤ بناتی ہیں کہ رشتہ میں دراز پڑ جاتی ہے اور طلاق واقع ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ طلاق کی دوسری وجوہات ہیں جیسے بین طبقاتی و بین مذہبی شادیاں، بچوں کی پرورش سے لاپرواہی، جوا، شراب اور ڈرگس لینے کی عادت یا لت وغیرہ لیکن طلاق ہی مسائل کا واحد حل نہیں ہے۔ یہ تکلیف صورتحال سے چھٹکارا تو دلا سکتی ہے لیکن دیگر مشکلات اور مسائل ہمیشہ برقرار رہتے ہیں۔ ان تمام وجوہات کے علاوہ خواتین سے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ ہندوستانی سماج میں طلاق شدہ خاتون کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا۔ طلاق آج بھی ایک ممنوعہ عمل ہے۔ حالات کتنے بھی خراب ہوں چاہے شوہر اور سسرال کتنا ہی قصوروار کیوں نہ ہو خواتین سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ ہر ظلم و زیادتی سہیں اور اسی فرد/افراد اور ماحول میں زندگی گزار دیں۔ سماج اور والدین کی طرف سے بہت کم حمایت اور سہارے کی امید ہوتی ہے۔ چنانچہ شرح جہیز اموات اور شرح اموات بوجہ جہیز ہراسانی بہت زیادہ ہے۔ سالانہ ہزاروں خواتین سسرالی ظلم وستم، جہیز، اموات، خودکشی بوجہ عصمت ریزی، شادی کا نہ ہونا اور طلاق ہو جانا جیسے واقعات کے نتیجے میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔ کئی مرد بیٹا پیدا نہ ہونے کی صورت میں عورت ہی کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں اور انہیں طلاق دیدیتے ہیں۔ طلاق شدہ خواتین کی دوسری شادی بھی مشکل ہوتی ہے جبکہ طلاق شدہ مرد کو آسانی سے دوسری بیوی مل جاتی ہے۔

✦ بیوگی (Widowhood) : بیوہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کا خاوند وفات پا چکا ہو۔ بیوہ ہونا عورت کے لیے ایک قدرتی اور معمول کے مطابق واقعہ ہوتا ہے لیکن ہندو سماج میں بیوہ ہونا کسی بددعا سے کم نہیں۔ ہندو سماج یہ سمجھتا ہے کہ بیوہ ہونا عورت کے گنہگار ہونے کی نشانی ہے جو کہ اس نے پچھلے جنم میں کئے تھے۔ یہ نظریہ اس قدر حاوی کر دیا گیا ہے کہ بیوہ خواتین خود اس خیال کی تائید کرتی ہوئی نظر آتی ہیں اور اپنے موقف پر صبر کرتی ہیں۔ بیوگی کو بدقسمتی پر محمول کیا جاتا ہے اور بیواؤں کو منحوس مانا جاتا ہے۔ چنانچہ بیوائیں نہایت قابل رحم اور غیر انسانی حالات اور ماحول میں زندگی گذارنے کے لیے مجبور ہوتی ہیں۔ ان سے اس قدر ناروا سلوک کیا جاتا ہے جیسے وہ جانوروں سے بھی بدتر ہوں۔ چونکہ معاشی طور پر وہ شوہر کے خاندان والوں کی دست نگر ہوتی ہیں۔ اس لیے انہیں کہ رحم و کرم پر زندگی گذارتی ہیں۔ بیواؤں کو اچھی غذا، اچھا لباس، اچھی رہائش سے محروم رکھا جاتا ہے اور ان کا سماجی بائیکاٹ کیا جاتا ہے۔ نہ کوئی ان سے بات کرتا ہے نہ وہ کسی سے گفتگو کرنے کی مجاز ہوتی ہیں۔ روکھا سوکھا کھانا، صرف ایک موٹی ساڑی اور نہایت معمولی بستر پر فرش پر سونا پڑتا ہے۔ دن رات مذہبی امور اور پوجا پاٹ ہی میں وقت گذارنا ضروری ہوتا ہے۔ گھر اور باہر کسی بھی تقاریب میں حصہ لینے کی اجازت نہیں ہوتی بلکہ شادی بیاہ اور تقاریب کے موقع پر ان کا نظر آ جانا بھی منحوس سمجھا جاتا ہے۔ بیواؤں سے حد درجہ بدسلوکی، گالی گلوج، طنز وطعنہ کشی کی جاتی ہے اور اکثر انہیں خاندان میں کسی ناخوشگوار واقعہ کے لیے ذمہ دار بھی مانا جاتا ہے اور بددعائیں دی جاتی ہیں کیونکہ وہ نحوست کی علامت ہوتی ہیں۔ بیوہ عورت کے خود کے شوہر کی موت کا ذمہ دار بھی وہی ٹھہرائی جاتی ہے اس کے لیے

گالیاں دی جاتی ہیں اور تمام برائیوں، کشیدگیوں، خراب حالات وواقعات کی وجہ بیوہ کا وجود ہوتا ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں بیوائیں زندہ درگور کی جاتی ہیں اور اس قدر نفرت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں کہ وہ کنارہ کشی اختیار کر کے اپنے بچوں کی شادیوں میں تک شرکت نہیں کرتیں۔ اکثر مقامات، علاقوں، ذیلی سماجوں اور ریاستوں میں بیواؤں کو گھر سے نکال دیا جاتا ہے اور انہیں تیرتھ کرنے یا مندروں میں بے یار و مددگار چھوڑ دیا جاتا ہے جہاں ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ بیواؤں کو سر منڈوانا بھی ضروری ہوتا ہے کہ تاکہ وہ بدصورت نظر آئیں۔ آج بھی وارانا سی، پردوار میں ہزاروں بیوائیں کسمپرسی کی حالت میں بھیک مانگ کر زندگی گذار رہی ہیں۔ متھرا میں چالیس ہزار (40,000) سے زیادہ بیوائیں (سال 2017 میں بیواؤں کے سروے کے مطابق) انتہائی ناگفتہ بہ حالات میں رہ رہی ہیں جن کے گھر والوں نے انہیں چھوڑ دیا ہے۔ جہاں وہ ہر طرح سے مفلس، لاچار، کنگال، نادار و محتاج ہیں۔

اپنی معلومات کی جانچ

(1) ''اگلے جنم موہے بیٹا نہ کیجو'' اس جملے کی ہندوستانی تناظر میں وضاحت کیجیے۔

(2) ہندوستان میں جنسی عدم تناسب کی وجوہات تفصیل سے بتائیے۔

(3) جہیز کے رسم و رواج اور سماج پر اس کے اثرات پر ایک تفصیلی نوٹ لکھئے۔

3.5 جنسی بدسلوکی / جنسی تشدد کی شناخت اور بچاؤ کے اقدامات

- جنسی بدسلوکی: ایسی کوئی بھی جنسی حرکت یا فعل کو کہتے ہیں جس کے لیے نشانہ (Target) لازمی نہ ہو جیسے کہ۔

☆ نامناسب جسمانی ربط پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔

☆ عصمت ریزی

☆ اقدام عصمت ریزی

☆ کمسنی، بچوں سے (جنسی) چھیڑ چھاڑ

جنسی حملہ زبانی یا لفظی، بصری یا ایسا کچھ بھی ہوسکتا ہے جو لڑکیوں کو ناپسندیدہ جنسی ربط اور توبہ حاصل کرنے کے لیے کیا جائے۔ جس کی مثالیں ہیں بدنظری، جنسی خودنمائی وغیرہ۔ یہ کہیں بھی واقع ہوسکتا ہے۔ الگ تھلگ مقام پر اجنبی کے ذریعے، گھر میں کسی واقف کار کے ذریعہ

وہ لڑکیاں / عورتیں جو جنسی تشدد کا شکار ہوتی ہیں وہ صحت کے شدید مسائل سے دوچار ہوجاتی ہیں۔ جیسے کہ متعدی جنسی بیماری، پیٹ کی تکالیف، مسلسل درد وغیرہ۔ جسمانی بیماریوں کے علاوہ نشانہ بننے والی خواتین جذباتی و نفسیاتی مسائل سے بھی متاثر ہوجاتی ہیں جیسے شدید مایوسی، گھبراہٹ، بے چینی، مابعد صدمہ نفسیاتی دباؤ / نفسیاتی بے ترتیبی۔

جنسی بدسلوکی اور تشدد کا شکار خواتین کے شناختی علامات حسب ذیل ہیں۔

☆ اپنے آپ کو چوٹ پہنچانا (Self Injury) جیسے زخمی کر لینا، کاٹ لینا یا جلا لینا۔

☆ ذاتی حفظان صحت سے لاپرواہی کرنا۔ (Inadequate Personal Hygeine)

☆ منشیات و شراب کا عادی ہوجانا۔ (Drug and Alcohal abuse)

☆ جنسی بے راہ روی اختیار کرنا۔ (Sexual Promiscuity)

☆ گھر سے راہِ فرار اختیار کرنا۔ (Running away from home)

☆ مایوسی و بے چینی کا شکار ہونا۔ (Depression and Anxiety)

☆ اقدامِ خودکشی کرنا۔ (Sucide Attempts)

☆ گہرے تعلق اور باہمی میل جول سے خوف کھانا۔ (Fear of Intimacy)

☆ بے تحاشہ کھانا (زبردستی) یا زبردستی ڈائیٹنگ کرنا اور خود کو بھوکا رکھنا۔ (Compulsive eating or dieting)

☆ رویہ میں تبدیلی۔ (Change in attitude)

☆ جارحانہ روش اختیار کرنا۔ (Becomes aggressive)

3.7 جنسی بدسلوکی/تشدد کی شناخت اور ان سے بچاؤ کے اقدامات

✦ قانون برائے انسداد عصمت ریزی (Laws related rape)

عصمت دری (سیکشن 375 آف انڈین پینل کوڈ (IPC) 1860) کے دائرہ قانون میں آتا ہے جہاں کوئی مرد کسی خاتون کی زبردستی عصمت دری کرتا ہے۔ یا تو اسے ہراساں کرکے، یا جان سے مار ڈالنے کی دھمکی دے کر اسے ڈرا دھمکا کر یا اسے نشہ دے کر یا ملازمت، کام دلانے کا لالچ دے کر یا ملازمت سے نکال دینے کی دھمکی دے کر۔

مذکورہ بالا قانون کے تحت عصمت ریزی ایک سنگین جرم ہے۔ اس قانون کو بننے کے لیے کافی عرصہ لگا اور کئی تبدیلیاں اور ترمیم کے بعد اپنایا گیا۔ عدالتوں کو اس سلسلے میں کافی غور وخوض کرنا پڑا۔

حقوق نسواں سے متعلق قانون سازی

✦ جہیز سے متعلق قانون (Law related to Dowry)

Dowry/جہیز ممانعت ایکٹ (1961) Dowry Probitution کا سیکشن 2 جس میں 1984 پھر 1986 میں ترمیم کی گئی۔ اس کے تحت جہیز اس مال واسباب کو کہتے ہیں جو راست یا بالراست شادی کے وقت (لڑکی کے والدین کی طرف سے) دیا گیا ہو۔

✦ جہیز ممنوع ایکٹ (Dowry Prohibition Act (1961)

کے تحت جہیز دینے و لینے والے کو (6) چھ ماہ کی سزا اور پچاس ہزار روپے جرمانہ عائد کیا گیا تھا۔ جہیز مانگنے والوں کے لیے بھی یہی سزا مقرر ہے۔ اس قانون میں ترمیم ہوئی اور سزا کو چھ مہینے سے لے کر دس سال کی قید اور دس ہزار جرمانہ کے ساتھ لاگو کیا گیا۔ بعد میں 2010 میں قومی خواتین کمیشن (NCW) کی سفارشات کے بنا ترمیم کی گئی اور 2010 میں Dowry Prohilution (Amendment) Bill بنایا گیا۔

خواتین کے خلاف جرائم

Penal Section

Dowry Torture	498-A/34IPC4 and 6D.D.Act.	جہیز کے لیے تنگ کرنا یا اذیت دینا شوہر اور سسرال والوں کی طرف سے۔ شادی کے سات سال کے اندر
Dowry Torture with attempt to murder	498A/34/307 IPC and DP Act.	شادی شدہ خاتون کو جلانے، پھانسی دینے، زہر دینے، گلا گھونٹنے یا چھرا گھونپنے کی کوشش کرنا۔
Dowry Death	304-13/34 IPC	شادی کے سات سال کے اندر دلہن کی موت جس کے لیے مجرم/مجرمین کو موت کی سزا یا عمر بھر قید کی سزا مقرر ہے، جرمانے کے ساتھ

Dowry Death (i) Murder	498-A/304-B/302/34 IPC	شادی کے سات سال کے اندر دلہن کی موت جس کے لیے مجرم/مجرمین کو موت کی سزا یا عمر بھر قید کی سزا مقرر ہے' جرمانے کے ساتھ
Dowry Death (ii) Abetment to commit sucide خودکشی پر بیوی/بہو کو اکسانا	498-A/306-34 IPC and 4DP Act.	شادی کے سات سال کے اندر دلہن کی موت جس کے لیے مجرم/مجرمین کو موت کی سزا یا عمر بھر قید کی سزا مقرر ہے' جرمانے کے ساتھ

✧ دوبارہ شادی سے متعلق قانون (Law related to Re marriage)

The Hindu Widow's Remarriage Act (1856) میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور میں ہی بن چکا تھا۔ لیکن اونچی ذات کے ہندوؤں نے خاندانی جائیداد اور عزت کا بھرم رکھنے کے لیے اس ایکٹ کی سخت مخالفت کی۔ حالانکہ بچپن کی شادی اور کمسنی کی شادی (16 سال سے کم عمر) کا چلن عام تھا اور ہے۔ اگر کسی لڑکی کی ربچی کی شادی 4-5 تا 16-11 سال کے درمیان کے عمر میں ہوئی ہو اور وہ بیوہ ہو جائے تو اسے تاعمر دوبارہ شادی کرنے کی اجازت نہیں تھی اور (پچھلے، اسباق میں بیان کردہ) انتہائی تکلیف دہ زندگی گذارنی پڑتی تھی۔ ایسی بھی بیوائیں ہوتیں جن کے سسرال پہنچنے سے پہلے ہی ان کے شوہر انتقال کر گئے ہوں۔ چنانچہ اس قانون میں مزید ترمیمات ہوئیں اور (1956) The Hindu Succession Act اور The Hindu Marriage Act (1955) کو نافذ کیا گیا جس میں بیواؤں کے لیے کچھ سہولیات اور دوبارہ شادی کرنے کی اجازت دی گئی۔

✧ صنفی حساسیت (Gender sensitization)

تعلقات کی حدود کے تعین پر توجہ دینا چاہیے۔ والدین اور ٹیچرز کو اسکول اور کالجس کے طلبہ میں، عہدیداروں کو ملازمین میں اور NGO's کو محلّہ جات اور سماج میں اس تعلق سے شعور بیداری پر توجہ دینا چاہیے۔ ورک شاپس، لکچرز، فلرناٹک (Street Plays) ویڈیوز کو اسکول، کالجس اور عوامی مجمع میں دکھانا چاہیے۔ جنسی تشدد سے بچاؤ کے بارے میں مدرسوں، کالجوں اور جامعات اور محلوں میں مباحث اور کھل کر بولنے کی ٹریننگ دی جائے۔ والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں پر کڑی نظر رکھیں۔ وہ کہاں جاتے ہیں، کس سے ملتے ہیں، خالی اوقات میں کیا کرتے ہیں، ٹی وی اور موبائیل پر کونسے پروگرامس دیکھتے ہیں۔ والدین اور ٹیچرس کو بچوں/طلبہ کے رویوں میں تبدیلی پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔

تعلیم بالغاں:

عورتوں/لڑکیوں کو تعلیم بالغاں پروگرامس کے ذریعہ ایک مقررہ وقت پر تعلیم کا انتظام بڑے پیمانے پر بالخصوص گاؤں میں کیا جانا ضروری ہے تاکہ وہ علم و ہنر، مناسب رویوں، حفظانِ صحت اور مثبت اقدار سے واقف ہوں اور ایک باعزت زندگی گزارنے کے اہل بنیں۔ علم کسی بھی عمر میں حاصل کیا جاسکتا ہے چاہے وہ مرد ہوں یا عورتیں۔

غیر رسمی تعلیم:

چونکہ غیر رسمی تعلیم کا انتظام ہر جگہ/ہر وقت اور ہر عمر کے لوگوں کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اس لیے غیر رسمی تعلیم کام کی جگہوں پر، فرصت کے اوقات میں، محلوں اور بستیوں میں دی جاسکتی ہے جس میں تعلیم یافتہ افراد NGO's اور فلاحی ادارے حصہ لے سکتے ہیں۔

فحش مواد کی عدم فراہمی پر کنٹرول:

خواتین پر جنسی حملوں، ان کے جنسی استحصال میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا رول بہت اہم ہے۔ فحش مواد کے بے دریغ اشاعت اور فراہمی نے نوجوانوں میں ذہنی خلل پیدا کر دیا ہے جس سے وہ توازن کھو بیٹھتے ہیں۔ فحش مواد کی فراہمی پر کنٹرول ضروری ہے۔

ذرائع ابلاغ کا منفی رول:

ذرائع ابلاغ جیسے ٹی وی، نیوز چینلس، اشتہارات، سیریلس، ڈرامے، فلمیں، موسیقی، نغمے اور دوسرے کئی ایسے پروگرامس نشر کئے جاتے اور دکھائے جاتے ہیں جس میں خواتین کے خلاف مواد ہوتا ہے۔ عورتوں کو ایک جنسی شئے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ ایسے پروگرامس پر سخت روک لگانا ضروری ہے جس کے لیے مناسب اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

منشیات اور شراب:

منشیات اور شراب کی لت بھی جنسی حملوں پر اکساتی ہے چنانچہ اس پر کنٹرول کی ضرورت ہے۔

تعلیمی اداروں میں حفاظتی اقدامات:

تعلیمی اداروں میں لڑکیوں کے حفاظتی انتظامات ناقص پائے جاتے ہیں جس کی وجہ سے آئے دن طالبات پر جنسی حملوں کی خبریں آتی رہتی ہیں۔ اداروں کے منتظمین لڑکیوں کی حفاظت کو یقینی بنائیں تاکہ اسکول اور کالج میں لڑکیوں کی تعداد برقرار رہے۔

لڑکیوں کی ذاتی حفاظت کے لیے ٹریننگ:

اسکولوں، کالجوں اور مقامی فلاحی اداروں اور معاشرہ کے ہمدردوں کو لڑکیوں کو ذاتی حفاظت کے لیے ٹریننگ کا انتظام کرنا چاہیے جیسے کراٹے، ڈنڈا چلانا، عوامی مدد کے لیے آواز دینا اور چوکنا رہنا۔ اطراف میں نامعقول حرکات کو فوراً پہچان لینا وغیرہ کی تربیت لڑکیوں کو اپنے حقوق سے آگاہی۔ شعور بیداری۔

لڑکیوں کو اپنے قانونی، دستوری حقوق سے آگاہ ہونے کی ضرورت ہے۔ اکثر وہ عصمت ریزی کا شکار ہونے پر خود کو خول میں بند کر لیتی ہیں اور حملہ آور آزاد رہتا ہے جس سے اسے مزید جنسی حملوں کا حوصلہ ملتا ہے۔ حقوق سے آگاہی انہیں قانونی سہارا حاصل کرنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

قانون سازی:

قانون تو بہت سارے موجود ہیں لیکن وہ فعال نہیں ہیں اور ان پر موثر عمل آوری نہیں ہوتی ہے۔ دولت مند اور بااختیار لوگ قانونی پکڑ سے آسانی سے نکل جاتے ہیں۔

عدلیہ کا رول:

فاسٹ ٹریک عدالتوں کے قیام کی شدید ضرورت ہو جہاں خواتین کو انصاف رسانی کے لیے برسوں انتظار نہ کرنا پڑے کیونکہ ''دیر سے انصاف۔ انصاف نہ ہونے کے برابر ہے''۔ فوری انصاف جنسی حملوں کی روک تھام میں اہمیت کا حامل ہے۔

پولیس چوکسی۔ لا اینڈ آرڈر کی کارکردگی:

بروقت پولیس کی مدد کئی جنسی حملوں کو روک سکتی ہے۔ شہروں، قصبوں، دیہاتوں اور دور دراز علاقوں میں لا اینڈ آرڈر کو کارکرد بنانے کے لیے اقدامات کئے جاتے، چاہے عام طور پر پولیس تھانوں میں عصمت ریزی کے معاملوں میں تساہل برتا جاتا ہے۔

تعلیم کے ذریعہ بااختیار بنانا:

سب سے اہم رول تعلیم کا ہوتا ہے۔ تعلیمی بااختیاری عورتوں کے سماجی موقف کو مضبوط بنانے کے لیے نہایت اہم ہے۔ چنانچہ تعلیمی بااختیاری

خواتین میں خوداعتمادی پیدا کرتی ہے اور وہ بڑی حد تک حالات سے باخبر ہوکر اپنی راہ کا تعین کرسکتی ہے۔ جنسی استحصال کی بڑی وجہ ناخواندگی، معاشی کمزوری، کمزور مالی وسماجی موقف ہے۔ تعلیم نسواں خصوصی توجہ کی مستحق ہے۔

یہ تمام اقدامات خواتین پر جنسی بدسلوکی اور جنسی حملوں کو روکنے میں معاون و مددگار ثابت ہوسکتے ہیں۔ یوں تو ہندوستان میں انسداد جنسی ہراسانی، انسداد جنسی بدسلوکی، انسداد جنسی استحصال وغیرہ کئی قانون، اصلاحات، ایکٹس موجود ہیں۔ لیکن سماج کا بڑا طبقہ بشمول پولیس، عدلیہ، وکلاء، افراد خاندان، پڑوسی اور معاشرہ مردوں کی بالادستی کو ہی قبول کرتا ہے اور اکثر خواتین کو ہی موردالزام اور قصوروار قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ان اقدامات کے علاوہ سماج کی زمینی تبدیلی نہایت ضروری ہے۔ جب تک سماج و معاشرہ عورتوں کا احترام کرتا اور انہیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا، جنسی حملوں کا تدارک آسان نہیں ہوگا۔ فرسودہ سوچ، سخت رسم ورواج یا پھر ارادی طور پر خواتین کے حقوق انسانی کی خلاف ورزی سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔

✦ نسوانیت (جسمانی خدوخال) کے بارے میں سماجی نظریہ سے مقابلہ/اختلاف: Combating the Social Outlook of the Female Body

خواتین کے جسمانی ہسیت کے تئیں جو سماجی رویے اور نظریات ہیں وہ تبدیلی کے متقاضی ہیں۔ سماج عورتوں کو ایک چیز یا ایسی شئے کے طور پر پیش کرتا ہے جیسے وہ ایک ضرورت کی چیز ہو، یہ نظریہ حقوق انسانی کے خلاف ہے جہاں عورتوں کی شخصیت اور وقار مجروح کیا جاتا ہے۔ کئی ایک مقامات اور موقعوں پر عورتوں کو ایسے پیش کیا جاتا ہے جیسے وہ کھلونا ہوں اور ان کا مصرف لوگوں کو خوش کرنا ہو۔ جن کو دیکھ کر لوگ محفوظ ہوں۔ یہ رویے سماجی نابرابری کی مثال ہیں۔ خاص طور پر میڈیا اور اشتہارات میں عورتوں کو غلط انداز سے دکھایا جاتا ہے۔ انہیں کمزور، ڈرپوک، ناتواں، فحش تصاویر کے ذریعہ بتایا جاتا ہے۔ آرٹ اور مقابلہ حسن میں بھی مرد حضرات کھلے عام۔ عوامی مقامات پر خواتین کو جج کرتے ہوئے مشورے دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

ہندوستانی سماج جو پہلے سے ہی عورتوں کو برابری کا درجہ نہیں دیتا اور آج بھی ان کو وہ مقام و مرتبہ نہیں دیتا جس کے وہ مستحق ہے۔ اس پدرانہ نظام میں مزید خرابی آئی ہے۔ مختلف ذرائع سے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

بے شمار ذرائع ہیں جو خواتین کو ایک شئے کی طرح دیکھتے اور دکھاتے ہیں نہ کہ ایک قابل قدر شخصیت کے۔ اس کی وجہ سے پہلے سے ہی کمزور موقف کی حامل مزید ناانصافیوں اور ذلت کا شکار ہوجاتی ہیں۔ مجموعی طور پر سماج پر اس کے اثرات نہایت غلط ہوتے ہیں۔ مسلسل ایک وضع قطع اور کم وبیش تمام عورتوں کو نازک اور کم سے کم لباس میں دکھایا جاتا ہے۔ دیگر خواتین بھی اپنی ذاتی خوبیوں کو نظرانداز کر کے انہیں ماڈلس اور اداکاروں کی طرح بننا چاہتی ہیں کیونکہ وہ سمجھتی ہیں کہ سماج کو ایسی ہی لڑکیوں/خواتین کی ضرورت ہے جنہیں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی دوررس اثرات ہیں جو تفصیل چاہتے ہیں۔

ایسے سماجی نظریات کی وجہ سے ہی خواتین کے جنسی استحصال موجودہ دور میں اپنی انتہاء کو پہنچ گیا ہے۔ جنسی حملوں میں خطرناک حد تک اضافہ ہوگیا ہے۔ محض قانون سازی سے یہ مسائل حل نہیں ہوسکتے۔ خواتین کے متعلق خاص وعام کی سوچ میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔

جب تک کہ تمام موجود ذرائع سطحوں سے عورت کو باوقار طریقہ سے پیش نہیں کیا جاتا خواتین کی عزت نفس بحال ہونا مشکل ہے اور اس کے لیے جدوجہد کرنے، مطالبہ کرنے، مباحث کرنے کی ضرورت ہے تاوقتیکہ خواتین کے تئیں سماجی نظریات میں تبدیلی واقع نہ ہو اور اس کے اثرات صاف طور پر دکھائی نہ دیں۔

اپنی معلومات کی جانچ

(1) جنسی بدسلوکی کی شناخت کیسے کی جاتی ہے۔

(2) کمسن بچوں سے جنسی چھیڑ چھاڑ کیا ہے؟

(3) قانون برائے انسداد عصمت ریزی کس قانون کے دائرے میں آتا ہے؟

(4) خواتین کے خلاف جرائم اور ان کے لیے مقرر سزاؤں کی تفصیل بیان کیجئے؟

3.8 خلاصہ

ہندوستان میں خواتین کا موقف بڑا پیچیدہ ہے۔ عہد قدیم سے ہی خواتین کو سماج میں برابری اور مساوات کا حق حاصل نہیں ہے۔ اس کی ایک اہم وجہہ ہمارا پدرشاہی نظام ہے جہاں ہر معاملے میں چاہے وہ معاشی ہو، سماجی ہو، گھریلو ہو، مرد کو فوقیت دی جاتی ہے اور عورتوں کی رائے اور ان امور میں فیصلوں کا احترام نہیں کیا جاتا۔

دستور ہند نے تمام شہریوں کو مساویانہ درجہ عطا کیا ہے۔ لہٰذا خواتین کے اس حق کے لیے دستور میں کئی دفعات شامل کئے گئے ہیں۔ ساتھ ساتھ کئی ایسے بل بھی پارلیمنٹ اور ریاستی قانون ساز اسمبلیوں میں منظور کئے گئے ہیں جن کے ذریعے خواتین کو ملک میں برابری کا درجہ حاصل ہو سکے۔

ہندوستان میں خواتین بے شمار مسائل کا شکار ہیں۔ اس کے بھی کئی اسباب ہیں جیسے فرسودہ رسم و رواج، گھریلو تشدد، جنسی ہراسانی، جہیز کی مانگ، بیوگی وغیرہ۔

3.9 اکائی کے اختتام کی سرگرمیاں:

(1) عہد قدیم سے ہندوستان میں رائج فرسودہ رواجوں کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

(2) عورتوں میں تغذیہ کی کمی کی کیا وجوہات ہیں؟ لکھئے۔

(3) گھریلو تشدد کے خلاف قانون کیوں بنایا گیا؟ کیا اس قانون کے نفاذ سے خواتین کو تحفظ حاصل ہے؟

(4) دستور ہند میں وہ کون سی دفعات ہیں جو خواتین کے خلاف جرائم کو روکنے کے لیے بنائے گئے ہیں؟ تفصیل سے لکھئے

(5) لڑکیوں کو تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے حکومت ہند کی جانب سے کون سے اقدامات کئے جا رہے ہیں؟

(6) خواتین سے متعلق وہ کون سے قانونی پہلو ہیں جن سے ہر ہندوستانی خاتون/لڑکی کو واقف ہونا چاہیے؟

3.10 سفارش کردہ کتابیں:

1. FAO. 1997, Gender: The key to sustainability and food security. SD Dimensions, May 1997 (www.fao.org/sd)
2. Howard, P.2003. Women and Plants, gender relations in bio-diversity management and conservation, London, ZED Books
3. Kanter, Rosabeth Moss. 1997. Men and Women of the Corporation, New York : Basic Books.
4. Lippa, Richard A. 2002, Gender, Nature and Nurture, Mahwah, NJ: L.Erlbaum.
5. Okley, Ann. 1972. Sex, Gender and Society. New York : Harper and Row.
6. Thorne, Barrie, 1993. Gender Play: Girls and Boys in school. New Brunswick, NJ: Rutgers University Press.